ماہنامہ

# التبلیغ

راولپنڈی

جلد 22 شمارہ 10 مئی 2025ء - ذوالقعدۃ 1446ھ

جلد 22 شمارہ 10

مئی 2025ء - ذوالقعدۃ 1446ھ


ماہنامہ

# التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ


مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد ناصر

مولانا طارق محمود

[illegible]


فی شمارہ........................ 50 روپے

سالانہ .................. 500 روپے


پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی



خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان



قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686


مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا


برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچپڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

# ترتیب وتحریر

صفحہ


آئینۂ احوال.....سوویت یونین کے بعد امریکہ اور اتحادیوں کا کردار.....مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط62)..............................ایمان وتقویٰ کا ثواب،

اور کافروں کی دولت کا وبال.............................................// // 8

درسِ حدیث...............''وھن'' کا مرض اور کفار کا غلبہ...............// // 18

**مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ**

افادات وملفوظات......................................................مفتی محمد رضوان 22

علم کے مینار: ..........................................فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف (اٹھیسواں حصہ).........................................مفتی غلام بلال 28

تذکرۂ اولیاء: .........................................عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور

میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط7).......................................مولانا محمد ریحان 31

پیارے بچو!.......................پڑھا کو بچہ مگر کیسے؟.......................// // 35

بزمِ خواتین .....زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ8)....مفتی طلحہ مدثر 36

آپ کے دینی مسائل کا حل....انقلابِ عین ودمِ مسفوح کا حکم.....ادارہ 39

کیاآپ جانتے ہیں؟..''رسومِ افتاء واصولِ افتاء'' پرکلام (قسط3)......مفتی محمد رضوان 47

عبرت کدہ .........حضرت موسیٰ وہارون کی وفات (حصہ اول).....مولانا طارق محمود 53

طب وصحت............احادیث میں گوشت کھانے کا ذکر......حکیم مفتی محمد ناصر 57

اخبارِ ادارہ .............ادارہ کے شب وروز........................// // 59

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

# سوویت یونین کے بعد امریکہ اور اتحادیوں کا کردار

یوریشیا میں 1922ء سے 1991ء تک سوویت اتحاد، یا سوویت یونین، آئینی اعتبار سے اشتراکی ریاست تھی، جس کو اس وقت امریکہ کے ساتھ دنیا کی ایک عظیم طاقت Super Power تصور کیا جاتا تھا۔

24دسمبر 1979ء کو افغانستان میں روسی فوج نے مسلّح مداخلت کی، جو قریباً دس سال یعنی 15 فروری 1989ء تک جاری رہی۔

امریکہ نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر، افغانستان پر روسی فوج کشی کی شدید مخالفت کی، اور اس مقصد کے لیے مزاحمتی گروہوں کو مالی، جنگی امداد، جنگی ساز وسامان اور فوجی تربیت کے ساتھ افرادی قوّت فراہم کرنے میں اہم ترین کردار اداء کیا، جس کا مرکزی سٹیج پاکستان بنا، جس کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، اور طرح طرح سے قربانیاں دیں، اس تناظر میں پاکستان کو روس کی مخالفت وناراضگی، اور وقتی طور پر امریکہ کی خوشنودی حاصل ہوئی۔

اس دوران افغانستان میں بدامنی اور حالات ناسازگار ہونے کی بناء پر تقریباً30لاکھ افغان سرحدی قبائلی علاقوں کے ذریعے پاکستان میں پناہ گزین ہوئے۔

مسلمانوں کی بیش بہا جانی ومالی قربانیوں، اور شہادتوں کے نتیجہ میں، 1991ء میں سوویت اتحاد، یا سوویت یونین تحلیل ہوگیا۔

جس کے بعد مسلمانوں کی طرف سے یہ امید قائم کی گئی کہ شاید سوویت یونین کے مقابلہ میں امریکہ کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ دنیا بھر میں، اور بالخصوص پاکستان میں اچھا سلوک اختیار کیا جائے گا، اور مسلمانوں کے عالمی مسائل کا حل نکالا جائے گا۔

لیکن یہ توقع اور امید صرف ایک خواب ثابت ہوئی، اور وہ دن ہے، اور آج کا دن کہ امریکی

سرپرستی میں دنیا بھر کے مسلمانوں اور ان کے عرب وعجم ملکوں میں جوافراتفری اور ہڑبونگ مچایا گیا، اس نے مسلمانوں کے خلاف ہونے والے،سوویت یونین کےاقدامات کوبھی پیچھے چھوڑ دیا۔

اوراس بات میں کوئی شبہ نہ رہا کہ امریکہ نے مسلمانوں اور بالخصوص پاکستانی،افغانی اوردنیا بھر کے مسلمان مجاہدین کوقربانی کا بکرا سمجھ کر،اورایک ڈھال وٹشو پیپر کےطور پر استعمال کیا،اور مقصد حاصل ہونے کے بعدان کونیست ونابودکرنے پراپنی توانائیاں صرف کرناشروع کیں۔

مسلمانوں کوشکستِ روس کے بعد،جہادوقتال کے جواصل ثمرات وبرکات حاصل ہونا چاہیے تھے،ان سے تاحال وہ محروم ہیں،جس کاگہرائی سے جائزہ لینے پراس چیز کااحساس ہوتا ہے کہ غیرمسلم امریکہ کی شرکت واعانت،بلکہ قیادت وسیادت اوراس کے مذموم عزائم نے جہاد کےاصل مقصود’’اعلاءِ کلمۃ اللہ‘‘ کومتاثر کردیا،جس کے بعد مسلمان آپس میں ہی گتھم گتھا ہوتے رہے، امریکہ کااس خطہ میں اثر ورسوخ زیادہ ہوتا چلاگیا،اوروہ دل کھول کر’’مسلمانوں کاکشت وخون کرتا رہا‘‘اوراس نےاس خطہ،بلکہ کسی بھی خطہ میں مسلمانوں کومستحکم نہیں ہونے دیا۔

پاکستان میں ہجرت کرکےآنے والےافغان باشندوں کی واپسی،اوراس کےنتیجہ میں پیدا ہونے والی باہمی کشیدگی،اوران کی افغانستان میں نوآبادکاری کے نہ ختم ہونے والے مسائل کااب تک مسلمانوں کوسامنا ہے،جن کےمؤثر اوردیرپاحل کی امریکہ اوراس کےاتحادی ممالک کونہ کوئی فکر لاحق ہے،اورنہ ہی کوئی احساسِ ذمہ داری۔

دوسری طرف ایک عرصہ سے مشرقِ وسطیٰ اور بالخصوص فلسطین اورغزہ کے مسلمانوں کے ساتھ امریکی سرپرستی میں اسرائیلی بربریت کا جوسلسلہ قائم ہے،وہ مسلمانوں کے ساتھ امریکہ اوراس کے اتحادیوں کی ہمدردی کوسمجھنے کے لئے کافی وافی ہے،مگر حیرت ہے کہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجوداپنے ملکوں کی حفاظت کے لئے آج بھی کئی اسلامی ممالک امریکہ کواپنا صحیح اورمخلص محافظ خیال کرکے،اس کواپنے یہاں محفوظ پناہ گاہیں فراہم کیے ہوئے ہیں،اوراس طرح’’بلی سےدودھ کی رکھوالی‘‘ کاکام لیناچاہتے ہیں،جوکہ خیالی،محال اورجنون ہے۔

امریکہ نےاپنے حامیوں کےذریعہ،دنیا بھر کےمسلمانوں کوخون میں نہلانے کےساتھ ساتھ،اس

طرح اندرونی و بیرونی مسائل اور آپس کے انتشار و خلفشار، اور باہمی افراتفری میں الجھا کر رکھ دیا ہے، جس کو سلجھانے کا کوئی سرا ملتا دکھائی نہیں دیتا، اور المیہ یہ ہے کہ آج امریکہ اور اس کے حواریوں کی طرف سے درپردہ مسلمانوں کے ملکوں میں ہی مسلمانوں سے لڑنے کے لئے، جہاد کے نام پر جتھوں کو تیار کرنے کی سازش کی جاتی ہے، اور پھر یہ سب کفار و دشمنانِ اسلام، مسلمانوں کو مرغانِ جنگی بنا کر، پیچھے بیٹھے تماشا دیکھتے ہیں، اور اس تماشہ سے خوب لطف اندوز ہوتے اور تسکین حاصل کرتے ہیں، لیکن افسوس کہ یہ سب کچھ مناظر سامنے آنے کے باوجود مسلمان، اپنے خلاف ہونے والی دشمنوں کی ان گھناؤنی سازشوں کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں، اور وہ خود ایک دوسرے کے سر پھاڑ پھاڑ کر خون کی ہولی کا کھیل کھیلنے میں مصروف ہیں، اور اس کو عظیم جہاد و قتال، اور بڑی عبادت تصور کر کے دھڑا دھڑ اپنی اور اپنے مسلمان بھائیوں کی جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہیں، اور جو کام براہِ راست کفار کو انجام دینا مشکل تھا، گویا کہ ان کے وفادار کتے بن کر ان کے مذموم مقاصد و عزائم کی تکمیل کرتے ہیں، چنانچہ مسلمانوں کے کئی ممالک میں ایسے نام نہاد مسلمانوں کے روپ میں، مختلف دہشت گرد و انتہاء پسند جتھوں اور گروہوں کو تیار کر کے منظّم سازش و منصوبہ بندی کے تحت، کٹخنے کتوں کی طرح چھوڑا جاتا ہے، جو نہ علماء پر رحم کرتے، نہ صلحاء پر، نہ بچوں پر، اور نہ ہی عورتوں، یا بوڑھوں پر، اور نہ ہی وہ مساجد کا لحاظ کرتے، اور نہ ہی مدرسہ و دینی مرکز کا، ان کے سامنے جو بھی آتا ہے، اس کو کاٹنے والے کتے کی طرح بڑک بھرے، اور کاٹے بغیر نہیں چھوڑتے۔

ایک عرصہ سے بعض اسلامی ملکوں میں غیروں کے اشاروں پر نام نہاد مسلمان، دہشت گردوں اور انتہاء پسندوں کی طرف سے اس طرح کی کارروائیاں جاری ہیں، اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

اب مسلمانوں کو قرآن وسنت کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اپنے لیے راہِ عمل متعین کرنی چاہیے، اور جہاد و قتال کے نام پر اپنی نیتوں اور کافروں کی مداخلت پر گہرائی کے ساتھ غور و فکر کرنا چاہیے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ ، مَا الْقِتَالُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ فَإِنَّ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، فَرَفَعَ إِلَيْهِ**

رَأْسَهُ، قَالَ :وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا، فَقَالَ :مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ العُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (صحيح البخاري،رقم الحديث ١٢٣ ،باب من سأل، وهو قائم، عالما جالسا)

ترجمہ:ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا،اورعرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کے رسول،اللہ کے راستہ میں قتال کیا ہے؟ کیونکہ ہم میں سے کوئی غضب وغصہ کے طور پر قتال کرتا ہے،یا حمیت (طرف داری) کے طور پر قتال کرتا ہے،تو اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا،اوراس کی طرف اپنا سر اس حالت میں اٹھایا کہ آپ کھڑے ہوے تھے،پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اس لئے قتال کیا،تا کہ اللہ کا کلمہ ہی بلند ہو،تو وہ اللہ کے راستہ میں ہے(صحیح بخاری)

اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ :يُقَاتِلُ حَمِيَّةً، وَيُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ رِيَاءً، فَأَيُّ ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ :مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ العُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (صحيح البخاري،رقم الحديث ٧٤٥٨،باب قوله تعالى :ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين)

ترجمہ:ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا،اوراس نے عرض کیا کہ آدمی حمیت (طرف داری) کے طور پر قتال کرتا ہے،یا بہادری کے طور پر قتال کرتا ہے،یا ریاکاری کے طور پر قتال کرتا ہے،تو ان میں سے کونسا آدمی اللہ کے راستہ میں ہے؟اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اس لئے قتال کیا،تا کہ اللہ کا کلمہ ہی بلند ہو،تو وہ اللہ کے راستہ میں ہے(صحیح بخاری)

ہم نے ایک عرصہ سے دیکھا کہ بعض مسلم، مسلح گروہ جہاد وقتال کے عنوان سے ''اعلاءِ کلمۃُ اللہ'' کے بجائے،دوسرے مقاصد کے لیے جدوجہد کر کے اس کو جہاد وقتال فی سبیل اللہ کا عنوان دیتے ہیں، چنانچہ بعض گروہ لسانی،یا صوبائی گروہ بندی کے طور پر مسلح جدوجہد کر کے اپنے ساتھ سادہ لوح عوام

کوشامل کر لیتے ہیں،اور بعض گروہ اسلام دشمن قوتوں کی مدد سے مسلمانوں کے خلاف مسلح جدوجہد کر کے،اس کو جہاد وقتال فی سبیل اللہ قرار دیتے ہیں،حالانکہ احادیث میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ بَدْرٍ، فَلَمَّا كَانَ بِحَرَّةِ الْوَبَرَةِ أَدْرَكَهُ رَجُلٌ قَدْ كَانَ يُذْكَرُ مِنْهُ جُرْأَةٌ وَنَجْدَةٌ، فَفَرِحَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُ، فَلَمَّا أَدْرَكَهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :جِئْتُ لِأَتَّبِعَكَ، وَأُصِيبَ مَعَكَ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ؟ قَالَ :لَا، قَالَ :فَارْجِعْ، فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ (صحيح مسلم،رقم الحديث ۱۸۱۷"۱۵۰"بَابُ كَرَاهَةِ الِاسْتِعَانَةِ فِي الْغَزْوِ بِكَافِرٍ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کی طرف نکلے،پس جب آپ حرہ وبرہ کے مقام پر پہنچے،تو آپ کو ایک آدمی نے پالیا،جس کے متعلق یہ ذکر کیا جاتا تھا کہ وہ بڑی ہمت اور طاقت والا ہے،جب اس آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دیکھا،تو خوش ہوگئے،پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا،تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اس لئے آیا ہوں،تاکہ(جہاد وقتال میں) آپ کی اتباع کروں،اور آپ کی معیت کو پاؤں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے؟اس نے کہا کہ نہیں،تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو واپس چلا جا،پس میں کسی مشرک (وکافر) سے ہرگز مدد حاصل نہیں کروں گا(صحیح مسلم)

آج مسلمانوں کو جہاد وقتال کے اصل مقصد اور کافروں کی جھوٹی مدد واعانت کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا،اور آپس کے تمام تر اختلافات کو اپنی جگہ رکھتے ہوئے،باہم متحد ہونا بہت ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو دین کی فہمِ سلیم،اور اتحاد کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

**درسِ قرآن** (سورہ آلِ عمران: قسط62، آیت نمبر195 تا198)　مفتی محمد رضوان

# ایمان وتقویٰ کا ثواب، اور کافروں کی دولت کا وبال

**فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ. فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ (۱۹۵) لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ (۱۹۶) مَتَاعٌ قَلِیْلٌ. ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (۱۹۷) لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ. وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ (۱۹۸)** (سورۃ آل عمران)

ترجمہ: پھر قبول کیا اُن کے لئے ان کے رب نے (دُعاء کو) بے شک میں ضائع نہیں کرتا، عمل کو کسی عمل کرنے والے کے تم میں سے، مرد ہو، یا عورت ہو، تم میں سے بعض، بعض سے ہو، پس وہ لوگ کہ ہجرت کی انہوں نے، اور نکالا گیا ان کو، ان کے گھروں سے، اور ایذاء دی گئی ان کو میرے راستہ میں، اور قتال کیا انہوں نے، اور جو قتل کئے گئے، یقیناً ضرور بالضرور مٹادوں گا میں ان (سب) سے ان کی برائیوں کو، اور ضرور بالضرور داخل کروں گا میں ان (سب) کو ایسی جنتوں میں کہ جاری ہوں گی، ان کے نیچے سے نہریں، ثواب کے طور پر اللہ کی طرف سے، اور اللہ کے پاس عمدہ ثواب ہے (۱۹۵) نہ ہرگز دھوکہ میں ڈالے آپ کو ان لوگوں کا چلنا پھرنا، جنہوں نے کفر کیا، شہروں میں (۱۹۶) سامانِ قلیل ہے۔ پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور برا ٹھکانا ہے (۱۹۷) لیکن وہ لوگ جو ڈرے اپنے رب سے، ان کے لئے جنتیں ہیں، جاری ہوں گی، ان (جنتوں) کے نیچے سے نہریں، ہمیشہ رہیں گے وہ، ان (جنتوں) میں، مہمانی کے طور پر، اللہ کی طرف

سے،اور وہ جواللہ کے پاس ہے،بہتر ہے،نیک لوگوں کے لئے (۱۹۸)(سورہ آلِ عمران)

# تفسیر وتشریح

اس سے پہلے سورہ آلِ عمران کی آیات میں مومنین صالحین کی چند دعاؤں کا ذکر تھا۔

اب سورہ آلِ عمران کی مذکورہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں مومنین صالحین کی دعاؤں کی قبولیت،اور صالح مومنوں پر اعمالِ صالحہ کے اجرِ عظیم کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور دوسری تیسری آیت میں مومنوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اپنی ناداری، تنگدستی اور عسرت وتکلیف کے مقابلہ میں کفار ومشرکین کے ظاہری عیش وعشرت ، مال ودولت اور تجارت وصنعت کے لیے زمین میں نقل وحرکت اور رونق سے ہرگز دھوکہ نہ کھائیں ، کیونکہ ان کی یہ حالت چندروزہ ہے اور پھر دائمی عذاب ہے، جبکہ مومنوں کے لئے جنت اور اس کی نعمت کی شکل میں دائمی راحت ہے۔

چوتھی آیت میں پھر دوبارہ تقویٰ اور اعمالِ صالحہ اختیار کرنے والوں کے لئے ، مالدار، تجار، کفار کے مقابلہ میں جنت کی لازوال نعمتوں کا وعدہ ہے۔

اور مومنوں کے لئے جنت وآخرت کی یہ نعمتیں برابر ہیں،خواہ وہ مرد ہو، یا عورت ہو۔

چنانچہ پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ مومنوں میں سے جو مومن مرد وعورت بھی نیک عمل کرے گا،اس کا اجر وثواب ضائع نہیں کیا جائے گا، کیونکہ مومن خواہ مرد ہو، یا عورت ہو، وہ سب مرد وعورت ایمان کے ساتھ ایک دوسرے سے منسلک ہیں، پس جس مومن مرد وعورت نے بھی ہجرت ، وجہاد فی سبیل اللہ، یا کسی دوسری شکل میں عبادت کی، دین کی خاطر ان کو ان کے گھروں سے نکال کر مالی نقصان پہنچایا گیا، یا کسی بھی قسم کی جسمانی تکلیف پہنچائی گئی، یا شہید کیا گیا، جیسا کہ آج بھی فلسطین اور دوسرے علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ کافروں کی طرف سے یہ حالت درپیش ہے، تو اللہ ضرور بالضرور ان سب مومن مرد وعورتوں کے گناہوں کو معاف فرمائے گا، اور ضرور بالضرور ان کو ثواب کے طور پر ایسی جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی ، اور اللہ کے پاس جو ثواب ہے، وہ دنیا کی نعمتوں وراحتوں اور مال ودولت، سب کے مقابلہ میں بہت عمدہ ترین ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أنها قَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا أَسْمَعُ اللّٰهَ ذَكَرَ النِّسَاءَ فِي الْهِجْرَةِ بِشَيْءٍ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ :فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ (المستدرک للحاکم،رقم الحدیث ۳۱۷۴)

ترجمہ:انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے اللہ کو عورتوں کی ہجرت کے متعلق کوئی ذکر فرماتے ہوئے نہیں سنا،تو اللہ عزوجل نے (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت نازل فرمائی کہ:

" فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ"

پھر قبول کیا اُن کے لئے ان کے رب نے (دُعاء کو) بے شک میں ضائع نہیں کرتا،عمل کو کسی عمل کرنے والے کے تم میں سے،مرد ہو،یا عورت ہو،تم میں سے بعض،بعض سے ہو(حاکم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، يُذْكَرُ الرِّجَالُ وَلَا يُذْكَرُ النِّسَاءُ .فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ :إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ. الْآيَةُ . وَأَنْزَلَ :أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى (المستدرک للحاکم،رقم الحدیث ۳۵۶۰)

ترجمہ:میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول!مرد حضرات کا ذکر تو کیا جاتا ہے،لیکن عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا،تو اللہ عزوجل نے (سورہ احزاب کی) یہ آیت نازل فرمائی کہ:

"إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ"

"بے شک مسلم مرد اور مسلم عورتیں،اور مومن مرد اور مومن عورتیں"

اور اللہ عزوجل نے (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت بھی نازل فرمائی کہ:

"أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى"

"بے شک میں ضائع نہیں کرتا،عمل کو کسی عمل کرنے والے کے تم میں سے،مرد ہو،یا عورت ہو(حاکم)

www.idaraghufran.org

مومنوں کی ہجرت وغربت، اوران کی تکلیف وعسرت، اوران کی فضیلت کو بیان کرنے کے بعد سورہ آلِ عمران کی اگلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مال ودولت اور تجارت وصناعت کے لئے شہر درشہر پھرنے، اور نقل وحرکت کرنے کی ناکامی، اوران سے دھوکہ نہ کھانے کو اس طرح بیان فرمایا کہ:

”لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ . مَتَاعٌ قَلِیْلٌ. ثُمَّ مَاْوٰیھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِھَادُ“

”نہ ہرگز دھوکہ میں ڈالے آپ کو ان لوگوں کا چلنا پھرنا، جنہوں نے کفر کیا، شہروں میں۔ سامانِ قلیل ہے۔ پھران کا ٹھکانا جہنم ہے، اور برا ٹھکانا ہے“

اورسورہ غافر میں اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

مَا یُجَادِلُ فِی آیَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِینَ کَفَرُوا فَلَا یَغْرُرکَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ

(سورۃ غافر، رقم الآیۃ ۴)

ترجمہ: نہیں جدال کرتے اللہ کی آیات میں، مگر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، پس نہ دھوکہ میں ڈالے آپ کو ان (کافروں) کا نقل وحرکت کرنا، شہروں میں (سورہ غافر)

روئے زمین پر اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے مال ودولت، جاہ وجلال اور حشم وخدم والی کافر قوموں کی ناکامی اور تباہی وبربادی کا قرآن مجید کی مختلف آیات میں ذکر فرمایا ہے۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مومن، ہجرت وغربت اور جہد ومشقت میں تھے، اور کفار، مشرکین اور یہود ونصاریٰ، مال ودولت، صنعت وحرفت اور معیشت وتجارت میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے، جو زمین کے مختلف اطراف میں تجارت اور صنعت وحرفت کے لئے نقل وحرکت کرتے تھے، جیسا کہ آج کل بھی کفار، اور بالخصوص یہود ونصاریٰ نے ملٹی نیشنل کمپنیوں کی شکل میں نیٹ ورک قائم کررکھا ہے، جس پر مسلمانوں کو ان کی مذکورہ حرکات سے دھوکہ نہ کھانے کی تعلیم دی گئی،

---

[1] وَکَمْ أَهْلَکْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِی الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَحِیصٍ. إِنَّ فِی ذَٰلِکَ لَذِکْرَىٰ لِمَنْ کَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیدٌ (سورۃ ق، رقم الآیۃ ۳۶ و۳۷)
أَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ. إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ. الَّتِی لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ . وَثَمُودَ الَّذِینَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ. وَفِرْعَوْنَ ذِی الْأَوْتَادِ. الَّذِینَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ. فَأَکْثَرُوا فِیهَا الْفَسَادَ . فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ . إِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ (سورۃ الفجر، رقم الآیات، ۶ الیٰ ۱۴)

اوران کواس کے بجائے ،ایمان وتقویٰ اختیار کرکے اپنی آخرت کودرست اور جنت کوحاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا۔

چنانچہ تفسیر جلالین میں ہے:

**وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ الْمُسْلِمُونَ أَعْدَاء اللّٰه فِيمَا نَرَى مِنْ الْخَير وَنَحْنُ فِي الْجَهْد (لَا يَغُرَّنك تَقَلُّب الَّذِينَ كَفَرُوا) تَصَرُّفهمْ (فِي الْبِلَاد) بالتجارة والكسب**(تفسير الجلالين،ص ۹۵،سورة آلِ عمران)

ترجمہ: اور جب مسلمانوں نے یہ کہا کہ اللہ کے دشمنوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عیش وعشرت میں ہیں،اورہم تنگی وعسرت میں ہیں،تو (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت نازل ہوئی کہ نہ ہرگز دھوکہ میں ڈالے آپ کوان لوگوں کا چلنا پھرنا،جنھوں نے کفرکیا،شہروں میں،تجارت اور مال کمانے کے لئے (تفسیر جلالین)

اورامام رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

**تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ، فِيهِ وَجْهَانِ :الْأَوَّلُ :نَزَلَتْ فِي مُشْرِكِي مَكَّةَ كَانُوا يَتْجُرُونَ وَيَتَنَعَّمُونَ فَقَالَ بَعْضُ الْمُؤْمِنِينَ :إِنَّ أَعْدَاءَ اللَّهِ فِيمَا نَرَى مِنَ الْخَيْرِ وَقَدْ هَلَكْنَا مِنَ الْجُوعِ وَالْجُهْدِ فَنَزَلَتِ الْآيَةُ .وَالثَّانِي: قَالَ الْفَرَّاءُ :كَانَتِ الْيَهُودُ تَضْرِبُ فِي الْأَرْضِ فَتُصِيبُ الْأَمْوَالَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ.. وَالْمُرَادُ بِتَقَلُّبِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ، تَصَرُّفُهُمْ فِي التِّجَارَاتِ وَالْمَكَاسِبِ، أَيْ لَا يَغُرَّنَّكُمْ أَمْنُهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَتَصَرُّفُهُمْ فِي الْبِلَادِ كَيْفَ شَاءُوا، وَأَنْتُمْ معاشر المؤمنين خائفون محصورون**(تفسير الرازی،ج۹،ص ۴۷۲،سورة آلِ عمران)

ترجمہ: ان لوگوں کا شہروں میں نقل وحرکت کرنا،جنھوں نے کفرکیا،اس میں دووجہیں ہیں۔پہلی وجہ یہ ہے کہ:یہ آیت مشرکینِ مکہ کے بارے میں نازل ہوئی،جوتجارت کرتے تھے،اورعیش وعشرت کی زندگی بسرکرتے تھے،تو بعض مومنین نے کہا کہ اللہ کے دشمنوں کوہم دیکھتے ہیں کہ وہ خیر میں ہیں،اورہم بھوک اور مشقت وتنگی سے ہلاک ہوگئے،تو (سورہ آلِ عمران کی) مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ فراء نے فرمایا کہ یہودی زمین میں (تجارت ومعیشت کے لئے) چلتے پھرتے تھے، پھر مال ودولت کو حاصل کرتے تھے، تو یہ آیت نازل ہوئی، اور کافروں کے شہروں میں نقل وحرکت کرنے سے مراد، ان کا تجارات اور ذرائع آمدنی میں تصرف کرنا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ ان (کفار اور یہودیوں) کی ذات پر (مال ودولت اور تجارت ومعیشت کی وجہ سے) امن کا حاصل ہونا، اور ان کا شہروں میں حسبِ مشیت (تجارت وصنعت میں) تصرف کرنا (جیسا کہ آج کل ملٹی نیشنل کمپنیوں کو دنیا کے مختلف ملکوں میں حاصل ہے) تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے، اور تم اے مومنوں کی جماعت (کافروں سے) خوف رکھتے ہو، اور (اپنی اپنی جگہ) موجود ہو (کفار کی طرح تجارت ومعیشت میں نقل وحرکت کے لئے آزاد نہیں ہو) (تفسیر کبیر)

اور امام رازی سورہ غافر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ثُمَّ قَالَ تَعَالَى :فَلا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلادِ أَيْ لَا يَنْبَغِي أَنْ تَغْتَرَّ بِأَنِّي أُمْهِلُهُمْ وَأَتْرُكُهُمْ سَالِمِينَ فِي أَبْدَانِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَتَقَلَّبُونَ فِي الْبِلَادِ أَيْ يَتَصَرَّفُونَ لِلتِّجَارَاتِ وَطَلَبِ الْمَعَاشِ، فَإِنِّي وَإِنْ أَمْهَلْتُهُمْ فَإِنِّي سَآخُذُهُمْ وَأَنْتَقِمُ مِنْهُمْ كَمَا فَعَلْتُ بِأَشْكَالِهِمْ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ، وَكَانَتْ قُرَيْشٌ كَذَلِكَ يَتَقَلَّبُونَ فِي بِلَادِ الشَّامِ وَالْيَمَنِ وَلَهُمُ الْأَمْوَالُ الْكَثِيرَةُ يَتَّجِرُونَ فِيهَا وَيَرْبَحُونَ (تفسير الرازی، ج۲۷، ص ۴۸٦، سورة غافر)

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پس نہ دھوکہ میں ڈالے آپ کو ان (کافروں) کا نقل وحرکت کرنا، شہروں میں، یعنی یہ بات درست نہیں کہ تمہیں دھوکہ ہو، اس بات سے کہ میں ان کافروں کو ڈھیل دیتا ہوں، اور ان کے بدنوں اور مالوں کو سلامت چھوڑ دیتا ہوں، وہ شہروں میں تجارات اور معیشت کی طلب میں تصرف کرتے ہیں، پس بے شک میں نے ان کو مہلت وڈھیل دی ہے، لیکن عنقریب میں ان کی پکڑ کروں گا، اور ان سے انتقام لوں گا، جیسا کہ میں نے ان جیسی گذشتہ امتوں کے ساتھ کیا۔ اور قریشِ مکہ کی یہی حالت تھی کہ وہ شام اور یمن کے ممالک میں جاتے آتے تھے، اور ان کے پاس مال ودولت کی فراوانی تھی، جن میں وہ تجارت کرتے تھے، اور نفع کماتے تھے (تفسیر کبیر)

اورابوحیان اندلسی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلادِ قِيلَ :نَزَلَتْ فِي الْيَهُودِ كَانُوا يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ فَيُصِيبُونَ الْأَمْوَالَ قَالَهُ :ابْنُ عَبَّاسٍ .وَقَالَ أَيْضًا: هُمْ أَهْلُ مَكَّةَ .وَرُوِيَ أَنَّ نَاسًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ كَانُوا يَرَوْنَ مَا كَانُوا فِيهِ مِنَ الْخِصْبِ وَالرَّخَاءِ وَلِينِ الْعَيْشِ، فَيَقُولُونَ :إِنَّ أَعْدَاءَ اللَّهِ فِيمَا نَرَى مِنَ الْخَيْرِ وَقَدْ هَلَكْنَا مِنَ الْجُوعِ وَالْجَهْدِ .وَقَالَ مُقَاتِلٌ :فِي مُشْرِكِي الْعَرَبِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَفْظٌ عَامٌّ (البحر المحيط فی التفسیر، ج۳،ص ۴۸۱،سورۃ آلِ عمران)

ترجمہ: نہ ہرگز دھوکہ میں ڈالے آپ کو ان لوگوں کی شہروں میں نقل وحرکت کرنا، جنہوں نے کفر کیا، یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی، جو زمین میں چلتے پھرتے تھے، پھر اموال کماتے تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے، اور ابنِ عباس کا ہی قول ہے کہ اس سے اہلِ مکہ مراد ہیں۔ اور مروی ہے کہ مومنوں میں سے بعض لوگ اپنی کمزوری، تنگ دستی، اور معاشی کمزوری کو دیکھتے تھے، تو یہ کہتے تھے کہ اللہ کے دشمنوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ خیر (مال ودولت) حاصل ہے، اور ہم بھوک اور مشقت سے ہلاک ہورہے ہیں۔ اور مقاتل کا قول ہے کہ یہ مشرکینِ عرب کے بارے میں نازل ہوئی، اور واقعہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا کا لفظ عام ہے (جو کفار ومشرکین اور یہودیوں، سب کو شامل ہے) (تفسیر بحرِ محیط)

اور تفسیر ''المحرر الوجیز'' میں ہے:

و التقلب :التصرف فی التجارات والأرباح والحروب وسائر الأعمال (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، ج ۱،ص ۵۵۸،سورۃ آلِ عمران)

ترجمہ: اور (کافروں کے) تقلب سے مراد ''تجارات، اور منافع کے حصول، اور جنگوں، اور تمام کاموں میں تصرف کرنا ہے'' (کہ کافروں کی ان چیزوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے) (تفسیر المحرر الوجیز)

اور تفسیر خازن میں ہے کہ:

فَلا يَغُرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ يعنی تصرفهم فِي الْبِلادِ للتجارات وسلامتهم فيها

مع کفرھم(تفسیر الخازن، ۴، ص ۶۸،سورۃ غافر)

ترجمہ: پس آپ کو ان کافروں کا تقلب، یعنی تجارات میں تصرف کرنا، اوران میں سلامتی کا پانا، ان کے کفر کے ہوتے ہوئے، دھوکہ میں نہ ڈالے (تفسیرخازن)

بہت سے دیگر مفسرین نے بھی یہی تفسیر و تفصیل بیان فرمائی ہے۔ [1]

---

[1] فَلا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلادِ يعنى :ذهابهم، ومجيئهم فى أسفارهم، وتجاراتهم، فإنهم ليسوا على شَيْءٍ من الدين .وقال مقاتل :تَقَلُّبُهُمْ يعنى :ما هم فيه من السعة فى الرزق(تفسيرالسمرقندى، ج۳، ص۱۹۸،سورة غافر)

تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا :ضربهم وتصرفهم فى البلاد للتجارات والبياعات وأنواع المكاسب والمطالب، والخطاب للنبى صلّى الله عليه وسلّم والمراد به غيره، لأنه لم يغيّر لذلك.

قال قتادة فى هذه الآية :والله ما غرّوا نبى الله ولا وكّل إليهم شيئا من أمر الله تعالى حتى قبضه الله على ذلك، نظيره قوله تعالى :فَلا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلادِ(الكشف والبيان عن تفسير القرآن، ج۳،ص ۲۳۶،سورة آلِ عمران)

لا يغرنك تقلب الذين كفروا فى البلاد يقول :لا يحزنك يا محمد ذهابهم ومجيئهم فى تجاراتهم ومكاسبهم فى الأرض .ويقال :هذا الخطاب للمؤمنين، ومعناه :لا يغرنكم تجارات الكفار وتصرفهم فى أموالهم فى البلاد، لأن ذلك متاع قليل لأن الكفار كانوا فى رخاء وعيش، وكانت لهم رحلة الشتاء والصيف، وكان المؤمنون فى ضيق وشدة(تفسيرالسمرقندى،ج ۱، ص۲۷۵، سورة آلِ عمران)

قوله عز وجل :لا يغرنك تقلب الذين كفروا فى البلاد نزلت فى المشركين وذلك أنهم كانوا فى رخاء ولين من العيش يتجرون ويتنعمون فقال بعض المؤمنين :إن أعداء الله فيما نرى من الخير ونحن فى الجهد فأنزل الله تعالى هذه الآية لا يغرنك. الخطاب لرسول الله صلى الله عليه وسلم والمراد به غيره من الأمة لأنه صلى الله عليه وسلم لم يغتر قط والمعنى لا يغرنك أيها السامع تقلب الذين كفروا فى البلاد يعنى ضربهم فى الأرض وتصرفهم فى البلاد للتجارات وطلب الأرباح والمكاسب متاع قليل أى ذلك متاع قليل وبلغة فانية ونعمة زائلة ثم مأواهم يعنى مصيرهم فى الآخرة جهنم وبئس المهاد أى وبئس الفراش(تفسير الخازن، ج ۱،ص ۳۳۵،سورة آلِ عمران)

قوله عز وجل :لا يغرنك تقلب الذين كفروا فى البلاد. ، نزلت فى المشركين، وذلك أنهم كانوا فى رخاء ولين من العيش (يتجرون) ويتنعمون، فقال بعض المؤمنين :إن أعداء الله تعالى فيما نرى من الخير، ونحن فى الجهد؟ فأنزل الله تعالى هذه الآية لا يغرنك تقلب الذين كفروا فى البلاد ، ضربهم فى الأرض وتصرفهم . فى البلاد للتجارات وأنواع المكاسب، الخطاب للنبى صلى الله عليه وسلم والمراد منه غيره.

متاع قليل، أى :هو متاع قليل، بلغة فانية ومتعة زائلة، ثم مأواهم، مصيرهم، جهنم وبئس المهاد، الفراش.

لكن الذين اتقوا ربهم لهم جنات تجرى من تحتها الأنهار خالدين فيها نزلا، جزاء وثوابا، من عند الله، نصب على التفسير، وقيل :جعل ذلك نزلا، وما عند الله خير للأبرار، من متاع الدنيا(تفسير البغوى، ج ۱،ص ۵۵۸،سورة آلِ عمران)

پھراس کے بعد سورہ آلِ عمران کی اگلی آیت میں مالدار، اور تجارت وصنعت دار کافروں کے مقابلہ میں دوبارہ اللہ سے ڈرنے والوں، مومن متقیوں، اور نیک لوگوں کی فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ:

” لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ. وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ“

”لیکن وہ لوگ جو ڈرے اپنے رب سے، ان کے لئے جنتیں ہیں، جاری ہوں گی، ان (جنتوں) کے نیچے سے نہریں، ہمیشہ رہیں گے وہ، ان (جنتوں) میں، مہمانی کے طور پر، اللہ کی طرف سے، اور وہ جو اللہ کے پاس ہے، بہتر ہے، نیک لوگوں کے لئے“

مطلب یہ ہے کہ جن مومنوں کو کافروں کی طرف سے، ان کے گھربار اور مال ودولت سے نکال دیا گیا، اور طرح طرح سے تکالیف پہنچائی گئیں، اور انہوں نے ایمان، تقوے، اور نیکی کو اختیار کیا، اور جنت کے مستحق ہوئے، خواہ مشقت وتنگی میں زندگی گذار کر، یا شہادت کو پا کر، وہ ان بڑے بڑے تجارت وحرفت اور معیشت وصنعت کرنے والے مالدار کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ سے بہتر ہیں، جنہوں نے دنیا بھر میں اپنی معیشت وتجارت، اور جنگ وحرب کو پھیلا رکھا ہے، اور غریب وتنگدست، اور مجبور ولاچار مومنوں کو ایمان واعمالِ صالحہ کے مقابلہ میں کافروں کی تجارت ومعیشت اور صنعت وحرفت کے دنیا میں پھیلاؤ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، بلکہ ان کو اپنے ایمان واعمالِ صالحہ پر مطمئن رہنا چاہیے۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو ایمان واعمالِ صالحہ کے مقابلہ میں نہ تو کافروں کی طرح تجارت ومعیشت میں مشغول ہونے کی تاکید کی گئی، اور نہ ہی کافروں سے جائز ومباح چیزوں کی تجارت وصنعت سے منع کیا گیا، اور نہ ہی ان کی تجارت وصنعت سے بائیکاٹ کا حکم دیا گیا، اور نبی صلی اللہ علیہ سلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان سے جائز اموال کی تجارت اور خرید وفروخت کو انجام دیتے رہے، اور غربت وتنگدستی پر ایمان واعمالِ صالحہ اور تقوے وطہارت کو ترجیح دیتے رہے، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب اور کفار کو مغلوب کیا، اور اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ پورا ہو کر رہا، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ .هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ .وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورہ آلِ عمران،رقم الآیۃ ۱۳۷،الیٰ ۱۳۹)

ترجمہ: یقیناً گزر چکے تم سے پہلے کئی طریقے، پس چلو تم زمین میں، پھر دیکھو تم کہ کیسا ہوا، انجام جھٹلانے والوں کا، یہ بیان ہے لوگوں کے لیے اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے متقیوں کے لیے، اور مت بزدل بنو تم اور مت غم کرو تم اور تم ہی اعلیٰ (وغالب) رہو گے، اگر تم مومن ہوئے (سورہ آلِ عمران)

قرآن مجید کی مذکورہ آیات اور ان کی تفاسیر سے صاف معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو موجودہ زمانہ میں یہود ونصاریٰ، اور کفار ومشرکین کی ملٹی نیشنل کمپنیوں سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے، اور ان کو کامیاب اور اپنے آپ کو ناکام نہیں سمجھنا چاہیے۔

مگر افسوس کہ موجودہ زمانہ کے بہت سے عوام اور خواص پھر اس دھوکہ میں مبتلاء ہو گئے، جنہوں نے ایمان واعمالِ صالحہ اختیار کرنے کے بجائے، کافروں اور بالخصوص یہودیوں کی تجارت وصنعت سے بائیکاٹ کرنے پر اپنے زور کو خرچ کرنا شروع کر دیا، اور یہاں تک کہ ان جائز ومباح معاملات کو بھی ناجائز وحرام ٹھہرادیا، جن کے جائز وحلال ہونے کا قرآن وسنت، اور فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام سے ثبوت ملتا ہے، اور قرآن مجید کی بعض آیات، یا احادیث سے ایسے مطالب ومعانی اخذ کرنا شروع کر دیے، جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین سے ثبوت نہیں ملتا، جس کی حقیقت اور حیثیت پر ہم اپنی مستقل ومفصل تالیف ''موالات، بائیکاٹ وتحریکات کا شرعی حکم'' میں کلام کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر چکے ہیں، خواہ وہ مخصوص مذہبی طبقہ کے جذبات کے موافق نہ ہو، اور وہ ہمیں طعن وتشنیع اور الزام تراشی وبہتان سازی کا نشانہ کیوں نہ بنائے، کیونکہ ہم اپنی طبیعت اور جذبات کے بجائے، شریعت کے احکام کے مکلّف ہیں، خواہ وہ ہمارے جذبات کے موافق ہوں، یا خلاف ہوں۔

''واللہ المستعان وعلیہ التکلان''

**درسِ حدیث** مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

# ’’وھن‘‘ کا مرض اور کفار کا غلبہ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ (سنن ابی داود، رقم الحديث ۴۲۹۷، كتاب الملاحم، باب فی تداعی الأمم علی الإسلام)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے (قیامت سے پہلے وہ زمانہ آجائے) کہ جب تمام قومیں ایک دوسرے کو بلا کر تمہارے اوپر اس طرح ٹوٹ پڑیں، جس طرح دسترخوان (اور کھانے) پر کھانے والے (بھوکے) لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں، کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہونے کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ (اس کے جواب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! بلکہ تم اس وقت تعداد میں بہت ہوگے، البتہ تم سیلاب کے جھاگ کی طرح ناکارہ ہوگے، یقیناً اللہ تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہارا رعب اور دبدبہ نکال دے گا اور تمہارے دِلوں میں ’’بزدلی‘‘ ڈال دے گا، کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بُزدلی کیوں ڈالی جائے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية سنن ابی داوٗد)

نے فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت سے کراہیت کی وجہ سے (ابوداؤد)

اس حدیث میں کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کا اصل سبب بیان کردیا گیا ہے، جس کو دور کئے بغیر اس کا علاج ممکن نہیں، اور وہ سبب دنیا سے محبت اور موت سے کراہیت ہے۔

اس حدیث میں کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے مغلوب ہونے کا ایسا مرض ذکر کیا گیا ہے، جس کا تعلق مسلمانوں کی اپنی ذات سے ہے، کفار سے نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں، اور کیا نہیں کر رہے، پس جب تک مسلمان دنیا کی محبت، اور موت کی کراہیت کے مرض سے اپنے آپ کو نجات نہیں دلائیں گے، کافروں کے غلبہ اور مسلمانوں کے مغلوب ہونے کی شکایت کا ازالہ ممکن نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے اس ''وھن'' کی بیماری سے محفوظ فرمالیا تھا، اس لئے انہوں نے دنیا میں مال ودولت، جاہ وجلال اور حشم وخدم جمع کرنے کی فکر نہیں کی، بلکہ تنگی کی حالت میں زندگی گذاری، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں کفار پر غلبہ عطاء فرمایا، اور آج کے زمانہ میں مسلمان پہلے زمانوں کے مقابلہ میں مال ودولت اور معیشت وتجارت میں پہلے سے کہیں زیادہ ترقی حاصل کرچکے ہیں، سعودی عرب اور دیگر علاقوں میں مسلمانوں کے پاس تیل کے بڑے ذخائر موجود ہیں، جس سے وہ دنیا بھر سے کمائی کرتے ہیں، دنیا بھر سے حج وعمرہ کے زائرین کے لئے عالی شان قیام وطعام کے انتظامات ہیں، حرمین شریفین، اور گردونواح میں دن ورات گرمی سے محفوظ رہنے کے لئے ائرکنڈیشن اور نہ جانے کیا کیا عیش وعشرت کے اسباب موجود ہیں، جو دنیا بھر کے دوسرے علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کو حاصل نہیں، اور کئی اسلامی ممالک معاشی اعتبار سے ہمارے مقابلہ میں کہیں زیادہ آگے بڑھے ہوئے ہیں، لیکن حالت یہ ہے کہ یہودیوں نے ایک چھوٹے سے خطہ پر قابض ہونے کے باوجود ان پر غلبہ اور تسلط حاصل کر رکھا ہے، اور ارد گرد کے سب اسلامی ملک اس کے سامنے بے بس ہیں۔

دوسری طرف مادیت پرستی کے غلبہ نے بہت سے مسلمانوں کے دل ودماغ کو اس قدر مسخ کر کے رکھ دیا ہے کہ عام طور پر یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ یہودی، مال ودولت، اور تجارت ومعیشت میں ترقی

کرنے کی وجہ سے مسلمانوں پر غالب ہیں، اس لئے یہودیوں کی مالی ترقی کے دروازہ کا سدِ باب اور مسلمانوں کو اس میں ترقی کرنی چاہیے، اس کے بغیر موجودہ دور میں مسلمانوں کو غلبہ پانے کی کوئی صورت نہیں، جبکہ مذکورہ بالا حدیث میں مسلمانوں کے مغلوب اور کافروں کے غالب ہونے کے اس طرح کے کسی سبب کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں مال ودولت اور دنیا کی محبت اور اس کی عیش وعشرت نے ہی دراصل اس ''وھن'' کی بیماری کو جنم دیا ہے، ورنہ کیا وجہ ہے کہ، اسی خطہ پر ہمارے اسلاف، معاشی طور پر کمزور ہونے، اور کافروں کے مضبوط ہونے کے باوجود غالب تھے، اور آج اسی خطہ پر مسلمان اسلاف کے مقابلہ میں معاشی اعتبار سے مضبوط ہونے کے باوجود مغلوب ہیں، اس کی وجہ سوائے ایمان واعمالِ صالحہ کی کمزوری کے اور کیا ہوسکتی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فقر وتنگ دستی کی حالت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کے صحابہ کو قیصر وکسریٰ پر غلبہ عطاء فرمادیا، قیصر وکسریٰ کی مال ودولت اور معیشت وتجارت مسلمانوں کے غلبہ میں حائل ومانع نہ ہوئی۔

البتہ ایمان واعمالِ صالحہ کے ساتھ ظاہری اسباب میں کفار سے مقابلہ کے لئے اپنی حسبِ قوت واستطاعت جنگی وحربی تیاری بھی کرنی چاہیے، تاہم ایمان واعمالِ صالحہ میں اگر کوتاہی نہ کی جائے، اور مسلمان اپنی حسبِ استطاعت ظاہری اسباب مہیاء کرنے کے بعد اگر کفار سے جنگی وحربی آلات میں کمزور ہوں، تو بھی اللہ کی طرف سے غلبہ وفتح حاصل ہونے کا وعدہ ہے، خواہ جنگ کے ذریعہ، یا اللہ کی طرف سے کفار پر عذاب بھیج کر، یہ اللہ کی مشیت پر مبنی ہے، اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی سنت جاری رہی ہے۔

چنانچہ سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ . وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ (سورة لانفال، رقم الآية ٥٩، و٦٠)

ترجمہ: اور ہرگز گمان نہ کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ وہ آگے نکل گئے (یا غالب آ گئے) بے شک وہ (اللہ کو) نہیں عاجز کر سکتے۔

اور تیاری کرو تم ان (کافروں) کے لئے جتنی استطاعت ہو تم کو قوت کی، اور جنگی گھوڑوں کی، ڈراؤ تم اس کے ذریعہ سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو، اور دوسروں کو بھی جو کہ ان کے علاوہ ہیں (یعنی منافقین وغیرہ) (سورہ انفال)

مذکورہ آیت میں ظاہری و مادی قوت کے لئے اپنی استطاعت کا ذکر ہے۔

اور سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ .هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ .وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورہ آلِ عمران،رقم الآية ۱۳۷،الیٰ ۱۳۹)

ترجمہ: یقیناً گزر چکے تم سے پہلے کئی طریقے، پس چلو تم زمین میں، پھر دیکھو تم کہ کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا، یہ بیان ہے لوگوں کے لیے اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے متقیوں کے لیے، اور مت بزدل بنو تم اور مت غم کرو تم اور تم ہی اعلیٰ (وغالب) رہو گے (سورہ آلِ عمران)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں، تفسیر بغوی میں ہے:

وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ بأن يكون لكم العاقبة بالنصر والظفر على أعدائكم، إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ يَعْنِي :إِذْ كنتم (على سنتي)أي :لأنكم مؤمنون (تفسير البغوی ج ا،ص ۵۱۳،سورہ آلِ عمران)

ترجمہ: اور تم ہی غالب رہو گے، یعنی تمہارے لئے ہی بالآخر مدد و کامیابی ہوگی، تمہارے دشمنوں پر، اگر تم مومن ہو گے، یعنی جب تم میرے طریقہ پر ہو گے، کیونکہ تم مومن ہو (سورہ آلِ عمران)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

# افادات وملفوظات

## دعاءِ ''حزبُ البحر'' میں غلو

(15- شعبان- 1446ھ)

بعض صوفیائے کرام کے سلسلوں میں ایک دعاء ''حزبُ البحر'' کے نام سے معروف ہے، جس کو یومیہ مخصوص طریقہ سے بطور وظیفہ کے پڑھا جاتا ہے، یہ دعاء دراصل ''ابوالحسن شاذلی'' (المتوفیٰ: 656ہجری) کی طرف منسوب ہے۔

حافظ ذہبی نے ''ابوالحسن شاذلی'' کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا نام ''علی بن عبداللہ بن عبد الجبار'' اور کنیت ''ابو الحسن شاذلی'' ہے، یہ سلسلہ شاذلیہ کے شیخ شمار کئے جاتے ہیں، اور ''شاذلہ'' دراصل افریقہ میں ایک بستی کا نام ہے۔ [1]

---

[1] علی بن عبد الله بن عبد الجبار بن تميم بن هرمز بن حاتم بن قصی بن يوسف، أبو الحسن الشاذلی، المغربی، الزاهد، (المتوفی 656 :هـ)

نزيل الإسكندرية، وشيخ الطائفة الشاذلية.

وقد انتسب فی بعض مؤلفاته فی التصوف إلی علی بن أبی طالب، فقال بعد يوسف المذكور :ابن يوشع بن درد بن بطال بن أحمد بن محمد بن عيسى بن إدريس بن عمر بن إدريس بن عبد الله ابن المعروف بالمثنى، وهو الحسن بن الحسن بن علی، رضی الله عنهما .وهذا نسب كان الأولى به تركه وترك كثير مما قاله فی تواليفه من الحقيقة، وهو رجل كبير القدر، كثير الكلام، عالی المقام .له شعر ونثر فيه متشابهات وعبارات، يتكلف له فی الاعتذار عنها.

ورأيت شيخنا عماد الدين قد فتر عنه فی الآخر، وبقی واقفا فی هذه العبارات، حائرا فی الرجل، لأنه كان قد تصوف على طريقته، وصحب الشيخ نجم الدين الإصبهانی نزيل الحرم، ونجم الدين فصحب الشيخ أبا العباس المرسی صاحب الشاذلی، وكان الشاذلی ضريرا، ولخلق فيه اعتقاد كبير، وكان مالكيا.

وشاذلة :قرية بإفريقية قدم منها، فسكن الإسكندرية مدة، وسار إلى الحج وحج مرات، وكانت وفاته بصحراء عيذاب وهو قاصد الحج، فدفن هناك فی أوائل ذی القعدة .وكان القباری يتكلم فيه، رحمهما الله(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام، ج۱۴، ص۸۲۹)

www.idaraghufran.org

''دعائے حزب البحر'' کو''حزب الشاذلی'' بھی کہا جاتا ہے۔

اس دعاء کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ دعاء''ابوالحسن شاذلی'' کو بطور الہام حاصل ہوئی تھی۔

اگرچہ ہمیں یہ دعاء ابوالحسن شاذلی سے باسند طریقہ پر دستیاب نہیں ہوسکی، لیکن چونکہ اس کی نسبت ثقہ حضرات نے''ابوالحسن شاذلی'' کی طرف کی ہے، اس لیے ہم اس نسبت کی تردید کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

البتہ بعض علماء نے اس دعاء کے بعض الفاظ سے متعلق تحفظ کا اظہار کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

**وَيَدْعُونَ بِأَدْعِيَةٍ فِيهَا اعْتِدَاءٌ كَمَا يُوجَدُ فِي حِزْبِ الشاذلي** (مجموع الفتاویٰ، لابنِ تیمیة، ج۸، ص ۲۳۲)

ترجمہ: اور یہ لوگ (صوفیہ) ایسی دعائیں پڑھتے ہیں، جن میں کچھ حدود سے تجاوز ہوتا ہے، جیسا کہ''حزبُ الشاذلی'' میں اس طرح کا حدود سے تجاوز پایا جاتا ہے (مجموع فتاویٰ ابنِ تیمیہ)

اور حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

**لـه شعر ونثر فيه متشابهات وعبارات، يتكلف له في الاعتذار عنها** (تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام، ج ۱۴، ص ۸۲۹)

ترجمہ: ان (شاذلی) کے شعر اور نثر میں کچھ متشابہات، اور ایسی عبارات ہیں، جن کے متعلق عذر بیان کرنے میں، ان کی طرف سے تکلف کو اختیار کیا جاتا ہے (تاریخِ اسلام)

متشابہ، اور تکلف پر مبنی عبارات سے مراد یہ ہے کہ مثلاً اس دعاء میں دشمنوں کے چہروں کے مسخ ہونے کی دعاء کا ذکر ہے، اور سمندر اور دیگر اشیاء کے مسخر ہونے کا ذکر ہے، اور خالی حروفِ مقطعات کے بار بار پڑھنے کا ذکر ہے، جن کے معانی کا مخلوق کو علم نہیں۔

اور اگرچہ اس قسم کے الفاظ وکلمات میں تاویلاتِ حسنہ کا احتمال موجود ہے، لیکن اس کے باوجود واقعہ یہ ہے کہ اگر کوئی اس دعائے حزب البحر کو حجت نہ سمجھے، اور نہ ہی اس کو پڑھنے کا اہتمام کرے، اور

اس دعاء کے بعض الفاظ سے اختلاف کرے، تو اس پر نکیر والزام قائم نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ کسی بڑے سے بڑے ولی اللہ کا کشف والہام کسی پر حجت نہیں ہوا کرتا، بلکہ کسی غیر منصوص بزرگ کی عقیدت بھی ضروری نہیں، جس طرح اس کی شان میں زبان درازی بھی درست نہیں۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

**قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الشاذلي :قَدْ ضُمِنَتْ لَنَا الْعِصْمَةُ فِيمَا جَاء َبِهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَلَمْ تُضْمَنْ لَنَا الْعِصْمَةُ فِي الْكُشُوفِ وَالْإِلْهَامِ** (مجموع الفتاویٰ، لابنِ تیمیة، ج ۲، ص ۲۲۶)

ترجمہ: ابوالحسن شاذلی نے فرمایا کہ کتاب وسنت، جس چیز کولایا ہے، اس میں تو ہمارے لئے عصمت کی ضمانت دی گئی ہے، لیکن ہمارے لئے کشف اور الہام میں عصمت کی ضمانت نہیں دی گئی (مجموع فتاویٰ ابنِ تیمیہ)

اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

بجز منصوص علیہ حضرات کے کسی خاص بزرگ کا نہ معتقد ہونا، فرض ہے، اور نہ برا بھلا کہنا جائز (اشرف الاحکام، ص۴۴ ''عقائد وایمان'' بحوالہ ''الافاضات الیومیہ، ج۷، ص ۶۰۳'' مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور، کراچی، تاریخ طبع: ۱۴۲۴ھ)

مختلف سلسلوں میں رائج اس دعاءِ حزبُ البحر کے الفاظ اور پڑھنے کے طریقوں میں تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔

اور مخصوص شکل میں اس دعاء کا پڑھنا جائز اور مفید تو قرار دیا جاسکتا ہے، جبکہ اس کو اپنے درجہ پر رکھا جائے، اور اس میں غلو نہ کیا جائے، لیکن اس کو سنت، یا لازم قرار نہیں دیا جاسکتا۔

دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج کل بعض صوفیاء کے یہاں اس دعائے حزب البحر کا بہت زیادہ اہتمام ہونے لگا ہے، یہاں تک کہ اس کو مسنون دعاؤں کے مقابلہ میں ترجیح دی جانے لگی ہے، اور بزرگوں سے اس دعاء کی اجازت میں بھی غلو کیا جانے لگا ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس طرح کا غلو ہونے کی صورت میں اس کا جائز ہونا بھی محلِ کلام بن جاتا

ہے، چہ جائیکہ اس کومسنون قرار دیا جائے، یا اس کے ساتھ مسنون دعاؤں جیسا برتاؤ کیا جائے، یا مسنون دعاؤں سے بھی زیادہ اہتمام کیا جائے، اوراس کے مقابلہ میں مسنون دعاؤں کونظر انداز کر دیا جائے، یا ان کووہ اہمیت نہ دی جائے، جواس دعاء کودی جائے۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ''دعاءِ حزب البحر'' کے متعلق فرماتے ہیں:

یہ دعاء بے شک متبرک ہے، لیکن احادیث اور قرآن مجید میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں، ان کا رتبہ اوراثر اس سے کہیں اعلیٰ ہے۔

خوب یادرکھو! لوگ اس میں بڑی غلطی کرتے ہیں (حزب البحر، ص۳، مطبوعہ: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی)

اورحضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک مقام پرفرماتے ہیں:

وظائف کی اجازت طلب کرنے کو لوگ موثر سمجھتے ہیں، بعض لوگوں سے میں نے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ (یعنی اجازت کیوں لیتے ہو؟) وہ کہتے ہیں کہ اس میں برکت ہوتی ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر برکت کی دعاء کر دوں، تو پھر قلب کوٹٹولو، وہی اثر ہوگا، جو اجازت دینے کا تھا؟ ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ اندر چور ہے اورعقیدہ خراب ہے۔

فرمایا: وظیفوں کی اجازت لینے میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ کا فساد ہے، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں برکت ہوتی ہے، میں نے ایک شخص سے کہا کہ اجازت تو منصوص نہیں اوراس کا ثواب نہیں اور دعاء منصوص ہے اوراس پرثواب بھی ہے۔ اگر دعاء کر دوں تو دل کوٹٹول کر دیکھ لیا جائے کہ وہ کیفیت نہ ہوگی، جو اجازت میں ہے۔

اجازت کی اصل یہ تھی کہ ایک دفعہ بزرگ وظیفہ سن لیتے تھے، تاکہ غلط نہ پڑھا جائے، اب تو مولوی لوگ بھی اجازت لیتے ہیں، یہ محض رسم اورعقیدہ کا فساد ہے۔

فرمایا: بعض لوگ جو بزرگوں سے دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت طلب کرتے ہیں، اس میں بھی نیت کا فساد ہوتا ہے، وہ یہ کہ یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر اجازت کے برکت نہ ہوگی،

حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔

شروع میں اجازت لینے کی بناء غالبًا یہ معلوم ہوتی ہے کہ الفاظ درست کرانے کی یہ ایک ترکیب تھی کہ اجازت لو، پھر اجازت میں سن لیتے تھے، تا کہ الفاظ درست ہوجائیں۔

اگر کوئی مجھ سے دلائل الخیرات کی اجازت لیتا ہے، تو مذکورہ عقیدہ کی تصحیح کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ جہاں یہ عبارت آئے''**قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم**''اس کو چھوڑ دیا کرو، کیونکہ اس میں بعض احادیث ثابت نہیں، گو ان کا مضمون درست ہے۔

اور صوفیوں کی حدیثیں اکثر ضعیف ہوتی ہیں، کیونکہ ان میں حسنِ ظن کا غلبہ ہوتا ہے، جس سے سنا کہ یہ حدیث ہے، بس مان لیا، پھر نقل بھی کردیا، ان کے مضامین تو صحیح ہوتے ہیں، مگر الفاظ ثابت کم ہوتے ہیں۔

فرمایا: مجھ کو یہ بھی گراں ہے کہ بعض لوگ نہایت اہتمام سے حزب البحر کی اجازت لیتے پھرتے ہیں، یہ بھی پیروں کے ڈھکوسلے ہیں، کیا''حزب البحر'' سے پہلے قربِ حق کا کوئی طریقہ نہ تھا، جو آج قربِ حق اسی پر موقوف ہوگیا؟ آخر حزب البحر، شیخ ابوالحسن شاذلی کو الہام ہوئی تھی، اس کے الہام ہونے سے پہلے وہ اس قابل کیسے ہوئے کہ ان کو یہ دعاء الہام ہوئی، تم وہی عمل کیوں نہیں کرتے، جو وہ اس الہام ہونے سے پہلے کرتے تھے؟

ممکن ہے پہلے یہ اعمال مندوبات (یعنی مستحب) ہوں، مگر اب تو سب قابلِ ترک ومنع ہیں، کیونکہ لوگ غلو کرنے لگے اور حد سے بڑھنے لگے ہیں، چنانچہ عام طور پر قلوب میں اعتقاداً''حزب البحر'' کی ایسی وقعت ہے کہ ادعیہ ماثورہ (یعنی حضور سے منقول دعاؤں) کی وہ وقعت نہیں اور اس کا غلو ہونا ظاہر ہے (اشرف العملیات، حصہ دوم، صفحہ نمبر ۶۵ تا صفحہ نمبر ۶۷، باب نمبر ۵، مطبوعہ: عمران بک ڈپو، دہلی)

اور ایک مقام پر حضرت موصوف فرماتے ہیں:

یاد رکھو کہ ایسی پیری مریدی کو اسلام سے کچھ واسطہ نہیں، یہ سراسر بے دینی ہے، اور خیر بعضے ایسے تو نہیں ہیں، بلکہ بیعت کے بعد عمل کی بھی ضرورت سمجھتے ہیں، مگر کون سے

اعمال کی؟ فرائض وواجبات کی نہیں، بلکہ وظائف واوراد کی ضرورت سمجھتے ہیں، کچھ وظیفے پیر سے معلوم کر لئے ہیں، ان میں کبھی ناغہ نہیں ہونا چاہئے، فرائض ناغہ ہو جائیں نماز کی پرواہ نہیں کہ وقت پر ہوتی ہے، یا بے وقت، معاملات سر سے پیر تک گندے ہیں، سود لیتے ہیں اور دیتے ہیں، رشوت کا بازار گرم ہے(اوراسی طرح کے دوسرے ناجائز کاموں میں مبتلا ہیں، مثلاً بے پردگی، بدعت، بلکہ شرکیہ چیزیں)اور اس کے ساتھ تہجد کے پابند ہیں، اشراق کے پابند ہیں، تسبیح بہت لمبی ہے، جو ہر وقت چلتی رہتی ہے اور پیر صاحب بھی ان مریدوں کی سود(اور دوسری حرام) کی آمدنی سے ہدایا(یعنی تحائف) لیتے رہتے ہیں، چنانچہ اسی قسم کے ایک شخص نے خود مجھ سے فخراً(یعنی فخریہ طور پر) کہا کہ نماز تو چاہے، قضاء ہو جائے، مگر پیر نے جو وظیفہ بتلا دیا ہے، وہ کبھی قضاء نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ جب قضا(یعنی موت) آئے گی اس وقت نتیجہ معلوم ہوگا کہ نماز زیادہ ضروری تھی، یا وظیفہ اوران میں بھی اسلم (یعنی کچھ سلامت)وہ ہیں جو وظیفے ثواب کے لئے پڑھتے ہیں، ورنہ اکثر تو دنیا ہی کے واسطے پڑھتے ہیں، چنانچہ کوئی قصیدۂ غوثیہ کا ورد کرتا ہے، کوئی حزبُ البحر کا، اگران کو ثواب مطلوب (ومقصود) ہوتا، تو ادعیۂ ماثورہ(یعنی مسنون دعاؤں) میں ان سے زیادہ ثواب ہے، مگر دنیا مطلوب ہے، اس لئے ادعیۂ ماثورہ(یعنی مسنون دعاؤں) سے دلچسپی نہیں، بلکہ اس قسم کے وظائف سے دلچسپی ہے، جن سے دنیوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں(البدائع ص۳۸۰ تا۳۸۸ بحوالہ تواصی بالصبر حصہ دوم)

بندہ محمد رضوان نے بھی شروع میں بعض بزرگوں کی ہدایت واجازت سے اس دعاء کے پڑھنے کا کافی مدت تک معمول رکھا، بعد میں تحقیق اور تجربہ ومشاہدہ سے اس کے مقابلہ میں مسنون دعاؤں کا پڑھنا، باعثِ ثواب، اور زیادہ برکت، اور فائدہ کا ذریعہ اوران کو اپنے معمول میں رکھنا کافی وافی معلوم ہوا، اوراس دعاءِ حزب البحر کے ورد اور وظیفہ کے تکلف کو ترک کر دیا۔

اورموجودہ حالات میں عامۃُ الناس کے لیے بھی یہی طریقہ زیادہ مناسب معلوم ہوا، جس کی بندہ دوسروں کو وقتاً فوقتاً ترغیب دیتا رہتا ہے۔

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط51) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

# فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (انتیسواں حصہ)

## (13)......علامہ شمس الدین قرطبی (صاحبِ تفسیر القرطبی)

امام قرطبی رحمہ اللہ، جن کا پورا نام ''ابو عبداللّٰہ، محمد بن احمد بن ابوبکر بن فَرُح انصاری خزرجی اندلسی مالکی ''، المعروف امام قرطبی ہیں، البتہ ''شمس الدین قرطبی '' کے لقب سے زیادہ جانے گئے، امامُ الوقت، شیخ التفسیر، فقیہ اور عربی زبان کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔

چنانچہ ''تفسیر قرطبی'' عربی کی ایک مشہور ومعروف تفسیر ہے، جس کا پورا نام ''ألجامع لأحکام القرآن '' ہے، جو کہ علامہ شمس الدین قرطبی کی ہی تالیف کردہ ہے، اسی وجہ سے علماء نے ان کا شمار خاص طور پر ''شیخ التفسیر والمفسرین '' سے کیا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کی ولادت 600 ہجری میں قرطبہ میں ہوئی، شروع میں اسکندریہ میں سکونت اختیار کی، اور پھر مصر کو اپنا وطنِ اقامت بنایا، اور تا دمِ آخر مصر ہی رہے۔

### علمی مقام

امام قرطبی رحمہ اللہ تفسیر، حدیث، عربی علم وادب، اور فقہ مالکی کے ایک عظیم عالم تھے، آپ مختلف علوم وفنون کے ماہر، صاحبِ تصنیف وتالیف اور ایک متبحر عالم تھے، وقت کے مشہور علماء وفقہاء اور صلحاء سے علمی وفقہی تعلق رہا، اور ان سے اکتسابِ فیض کیا، یہاں تک کہ وقت کے جلیل القدر علماء وفقہاء میں سے شمار کیے گئے۔ چنانچہ ابنِ فرحون ''الدیباجُ المذہب ''میں لکھتے ہیں:

> آپ اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں، متقی، علمائے عارفین، دنیا میں زہد اختیار کرنے والے، اوران افراد میں سے تھے، جو امورِ آخرت میں مصروف رہتے ہیں، آپ کے اوقات

عبادت وتصنیف وتالیف میں صَرف ہوتے (زاہدانہ زندگی گزارنے والے، دنیا سے بے رغبت، عبادت گزار، اور با عمل عالمِ دین تھے)۔ [1]

اور ابنِ عماد نے ''شذرات الذہب'' میں کہا ہے ''آپ وقت کے امام، عالم، احادیث کے معانی و مطالب میں گہرائی سے اترنے والے، عمدہ تصنیف کے حامل، اور بہترین ناقل (یعنی روایت کرنے والے) تھے (شذرات الذهب، ج۷، ص ۵۸۵، سنة إحدى وسبعين وستمائة)

## علمی کام

علامہ شمس الدین قرطبی رحمہ اللہ نہ صرف فقہ وحدیث کے امام تھے، بلکہ آپ کو متعدد علوم فنون میں بھی مہارتِ تامہ حاصل تھی، علاوہ ازیں تصنیف وتالیف کے شعبہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی ملکہ عطا فرمایا تھا، اسی وجہ سے ان کا شمار آج بھی ایک مایۂ ناز محقق ومصنف کے طور پر ہوتا ہے، تصنیف وتالیف کا عمدہ ذوق اور خصوصی ملکہ عطا ہوا تھا، مختلف اسلامی فنون پر مشتمل تصنیفات آپ کے قلم سے ظاہر ہوئیں۔

چنانچہ ان کا سب سے مشہور علمی کارنامہ ان کی تفسیر ''**ألجامع لأحكام القرآن**'' ہے، جو کہ اصل میں ایک عربی تفسیر ہے، اس عظیم تفسیر کا اردو ترجمہ ''تفسیر قرطبی'' کہلاتا ہے۔

چنانچہ ''تفسیر قرطبی'' اپنی خصوصیات کی بنا پر ایک جلیل القدر تفاسیر میں سے ہے، کیونکہ اس تفسیر میں علامہ قرطبی نے معانی القرآن کی وضاحت، آیات کے فقہی احکام، لغوی ونحوی پہلو، روایاتِ تفسیر (صحابہ، تابعین اور ائمہ کی آراء) لغت، ادب، قرائت، اور فصاحت وبلاغت، اعتقادی اور کلامی مباحث کو جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

چنانچہ آیات کے فقہی احکام کے تحت ''فقہ مالکی کے احکام پر مفصل گفتگو، دوسرے مذاہب (حنفی، شافعی، حنبلی) کی آراء کا موازنہ، ناسخ ومنسوخ، اسباب نزول، اور لغوی نکات کی وضاحت، عام وخاص، مطلق ومقید، اور دیگر اصولی قواعد کا اطلاق''، اس تفسیر کی خصوصیات میں سے ہے۔

---

[1] كان من عباد الله الصالحين والعلماء العارفين الورعين الزاهدين فى الدنيا المشغولين بما يعنيهم من أمور الآخرة أوقاته معمورة ما بين توجه وعبادة وتصنيف (الديباج المذهب، ج۲، ص ۳۰۹، حرف الميم)

## اسلوب

آیات کی وضاحت وتفسیر سے متعلق امام قرطبی کا اسلوب درج ذیل ہے:

سب سے پہلے آپ سورت کی فضیلت، اوراس کے متعلق جواحادیث وروایات وارد ہوئی ہیں، ان کاذکرکرتے ہوئے سببِ نزول بیان کرتے ہیں، اورآیت کی تفسیر میں ایسی احادیث کاذکرکرتے ہیں، جن کاتعلق مذکورہ آیت سے ہو، اور جوالفاظ جن لغوی معانی کا احتمال رکھتے ہیں، ان کا ذکر کرتے ہیں، جبکہ اس بارے میں اشعارِعرب سے تائید لاتے ہیں، اس کے بعد آیت کے متعلقہ فقہی احکام کی وضاحت کرتے ہیں، اوران میں ائمہ کا اختلاف ذکرکرتے ہیں، اور ہرایک کے دلائل لاتے ہیں، اورساتھ ہی لفظ کے اشتقاق، باب اوراعراب کاذکرکرتے ہوئے، بعض اوقات ائمہ لغت کے اقوال کوبھی بیان کرتے ہیں، اورقرأت متواترہ اورغیرمتواترہ کاذکرکرتے ہیں۔

غورکیاجائے تویہ کتاب ایک عظیم علمی ذخیرہ ہے، جس میں امام قرطبی نے مختلف علوم کوجمع کردیا ہے، احکام القرآن کی تفصیل کی طرف خصوصی توجہ دی ہے، اسی پرکتاب کی بنیادرکھی ہے، اوراسے اسم بامسمی بنادیاہے، چنانچہ یہ تفسیر نہ صرف فقہائے مالکیہ بلکہ تمام اہلِ علم کے لیے مرجع ہے۔

## دیگر کتب

**(1)......التذکرة فی أحوال الموتی وأمور الآخرة** (آخرت، موت، قبر، قیامت، جنت ودوزخ کے احوال پرایک جامع کتاب) **(2)......السنی فی شرح اسماء اللّٰہ الحسنی وصفاته. (3)......الاعلام بما فی دین النصاری من الاوهام. (4)......التذکار فی افضل الاذکار.**

بعض دیگرکتابیں فقہ، زہداوراخلاقیات پربھی منسوب ہیں۔

## وفات

امام قرطبی رحمہ اللہ کی وفات شوال 671ہجری (بمطابق 1273ء) میں مصر کے شہر ''منیہ بنی خصیب'' میں ہوئی، یہ مقام ''صعید مصر'' (Upper Egypt) کے علاقے میں واقع ہے، جو آج بھی موجود ہے۔

**تذکرۂ اولیاء** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط101) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

## عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط7)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سی ریاستی اصلاحات ایسی تھیں، جو سیاسی حکمتِ عملی کا نمونہ رکھتی ہیں۔ انہی اصلاحات میں کچھ اصلاحات کا ذکر مورخین نے کیا ہے، ان میں وہ بھی ہیں، جو آپ نے اہل الذمہ سے متعلق کی ہیں۔

یہ بات مسلم ہے کہ عقدِ ذمہ اور جزیہ کے بعد غیر مسلموں کو ان کے عقیدہ ومذہب میں آزادی ہوگی، اور ریاست ان کے مذہب اور عقیدہ کو تبدیل کرنے یا ان کو زبردستی مسلمان نہیں کرسکتی، جس کا ذکر دلائل کے ساتھ تفصیل سے گزر چکا۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ غیر مسلم شہری اپنے عقیدہ اور مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے، تاہم آیا عقدِ ذمہ اور جزیہ کے بعد غیر مسلم شہری اسلامی ریاست میں اپنے مذہب کی تبلیغ اور اس کی اشاعت میں بھی آزاد ہوں گے یا نہیں؟

غیر مسلم شہریوں کی آزادی مذہب اور تبلیغ واشاعتِ مذہب کی شرائط اور حدود کا فقہاء نے ذکر کیا ہے، اور بطورِ مستدل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیر مسلموں سے صلح کی شرائط کو ذکر کر کے ان سے استدلال کیا ہے، تاہم ان کی سند اور راویوں پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ پہلے ان آثار کو ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا اثر حضرت عبدالرحمٰن بن مغنم کی سند سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے عیسائیوں سے صلح کی، تو میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا كِتَابٌ لِعَبْدِ اللَّهِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ نَصَارَى مَدِينَةِ كَذَا وَكَذَا إِنَّكُمْ لَمَّا قَدِمْتُمْ عَلَيْنَا سَأَلْنَاكُمُ الْأَمَانَ لِأَنْفُسِنَا وَذَرَارِيِّنَا وَأَمْوَالِنَا وَأَهْلِ مِلَّتِنَا وَشَرَطْنَا لَكُمْ عَلَى أَنْفُسِنَا

أَنْ لَا نُحْدِثَ فِيهَا وَلَا فِيمَا حَوْلَهَا دَيْرًا وَلَا كَنِيسَةً وَلَا قِلَّايَةً وَلَا صَوْمَعَةَ رَاهِبٍ وَلَا نُجَدِّدَ مَا خَرِبَ مِنْهَا وَلَا نُحْيِي مَا كَانَ مِنْهَا فِي خُطَطِ الْمُسْلِمِينَ وَأَنْ لَا نَمْنَعَ كَنَائِسَنَا أَنْ يَنْزِلَهَا أَحَدٌ مِنْ الْمُسْلِمِينَ فِي لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ وَأَنْ نُوَسِّعَ أَبْوَابَهَا لِلْمَارَّةِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَأَنْ نُنْزِلَ مَنْ مَرَّ بِنَا مِنْ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ نُطْعِمَهُمْ وَلَا نُؤْوِيَ فِي كَنَائِسِنَا وَلَا فِي مَنَازِلِنَا جَاسُوسًا وَلَا نَكْتُمَ غِشًّا لِلْمُسْلِمِينَ وَلَا نُعَلِّمَ أَوْلَادَنَا الْقُرْآنَ وَلَا نُظْهِرَ شِرْكًا وَلَا نَدْعُو إِلَيْهِ وَلَا نَمْنَعَ أَحَدًا مِنْ ذَوِي قَرَابَتِنَا الدُّخُولَ فِي الْإِسْلَامِ إِذْ أَرَادُوهُ وَأَنْ نُوَقِّرَ الْمُسْلِمِينَ وَنَقُومَ لَهُمْ مِنْ مَجَالِسِنَا إِذَا أَرَادُوا الْجُلُوسَ وَلَا نَتَشَبَّهَ بِهِمْ فِي شَيْءٍ مِنْ لِبَاسِهِمْ فِي قَلَنْسُوَةٍ وَلَا عِمَامَةٍ وَلَا نَعْلَيْنِ وَلَا فَرْقِ شَعْرٍ وَلَا نَتَكَلَّمَ بِكَلَامِهِمْ وَلَا نَتَكَنَّى بِكُنَاهُمْ وَلَا نَرْكَبَ السُّرُجَ وَلَا نَتَقَلَّدَ السُّيُوفَ وَلَا نَتَّخِذَ شَيْئًا مِنْ السِّلَاحِ وَلَا نَحْمِلَهُ مَعَنَا وَلَا نَنْقُشَ عَلَى خَوَاتِيمِنَا بِالْعَرَبِيَّةِ وَلَا نَبِيعَ الْخَمْرَ وَأَنْ نَجُزَّ مَقَادِيمَ رُءُوسِنَا وَأَنْ نَلْزَمَ دِينَنَا حَيْثُ مَا كُنَّا وَأَنْ نَشُدَّ زَنَانِيرَنَا عَلَى أَوْسَاطِنَا وَأَنْ لَا نُظْهِرَ الصَّلِيبَ عَلَى كَنَائِسِنَا وَأَنْ لَا نُظْهِرَ صَلِيبَنَا وَلَا كُتُبَنَا فِي شَيْءٍ مِنْ طُرُقِ الْمُسْلِمِينَ وَأَسْوَاقِهِمْ وَلَا نَضْرِبَ نَاقُوسًا فِي كَنَائِسِنَا إِلَّا ضَرْبًا خَفِيًّا وَلَا نَرْفَعَ أَصْوَاتَنَا فِي كَنَائِسِنَا فِي شَيْءٍ مِنْ حَضْرَةِ الْمُسْلِمِينَ وَلَا يَخْرُجَ سَاعُونَا وَلَا بَاعُونَا وَلَا نَرْفَعَ أَصْوَاتَنَا مَعَ مَوْتَانَا وَلَا نُظْهِرَ النِّيرَانَ مَعَهُمْ فِي شَيْءٍ مِنْ طُرُقِ حَضْرَةِ الْمُسْلِمِينَ وَلَا أَسْوَاقِهِمْ وَلَا نُجَاوِرَهُمْ بِمَوْتَانَا وَلَا نَتَّخِذَ مِنْ الرَّقِيقِ مَنْ جَرَتْ عَلَيْهِ سِهَامُ الْمُسْلِمِينَ وَلَا نَطَّلِعَ عَلَيْهِمْ فِي مَنَازِلِهِمْ .فَلَمَّا أَتَيْت عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْكِتَابِ زَادَ فِيهِ وَلَا نَضْرِبَ أَحَدًا مِنْ الْمُسْلِمِينَ شَرَطْنَا لَكُمْ ذَلِكُمْ عَلَى أَنْفُسِنَا وَأَهْلِ مِلَّتِنَا وَقِبْلَتِنَا عَلَيْهِ الْأَمَانُ فَإِنْ نَحْنُ خَالَفْنَا عَنْ شَيْءٍ مِمَّا شَرَطْنَا لَكُمْ وَضَمِنَّا

عَلَى أَنْفُسِنَا فَلَا ذِمَّةَ لَنَا ، وَقَدْ حَلَّ لَكُمْ مِنَّا مَا يَحِلُّ لَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْمُعَانَدَةِ وَالشِّقَاقِ (علی بن نایف الشحود،المفصل فی شرح الشروط العمرية (دارالجیل،بیروت لبنان الطبعة الثانیة) ج ا ص ۲ ا ۵)

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ کتاب ہے عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین کی طرف سے فلاں فلاں شہر کے نصاریٰ کے نام ۔ جب تم ہمارے پاس آئے تو ہم نے اپنی جانوں، اپنی اولاد، اپنے مال اور اپنے مذہب کے لوگوں کے لیے تم سے امان طلب کی تھی اور ہم نے اپنی جانوں پر یہ شرط عائد کی تھی کہ ہم اس شہر میں اور اس کے آس پاس کوئی خانقاہ، کوئی کلیسا، کوئی عبادت گاہ اور کسی راہب کا صومعہ نہیں بنائیں گے اور نہ ہی ان میں سے جو چیزیں خراب ہو چکی ہیں ان کی تجدید کریں گے اور نہ ہی مسلمانوں کے علاقوں میں ان میں سے جو چیزیں (پہلے سے) موجود تھیں انہیں دوبارہ آباد کریں گے اور یہ کہ ہم اپنے کلیساؤں کو اس بات سے نہیں روکیں گے کہ کوئی مسلمان رات یا دن میں ان میں اترے اور یہ کہ ہم ان کے دروازے آنے جانے والوں اور مسافروں کے لیے کشادہ رکھیں گے اور یہ کہ ہم مسلمانوں میں سے جو ہمارے پاس سے گزرے گا اسے تین دن تک مہمان رکھیں گے، اسے کھانا کھلائیں گے اور یہ کہ ہم اپنے کلیساؤں اور اپنے گھروں میں کسی جاسوس کو پناہ نہیں دیں گے اور نہ ہی مسلمانوں سے کوئی دھوکہ چھپائیں گے اور نہ ہی ہم اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم دیں گے اور نہ ہی شرک کو ظاہر کریں گے اور نہ ہی اس کی طرف دعوت دیں گے اور نہ ہی اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کو اسلام میں داخل ہونے سے منع کریں گے جب وہ ایسا چاہیں اور یہ کہ ہم مسلمانوں کی عزت کریں گے اور جب وہ بیٹھنا چاہیں گے تو ہم ان کے لیے اپنی مجالس سے کھڑے ہو جائیں گے اور یہ کہ ہم ان کے کسی لباس میں ان سے مشابہت اختیار نہیں کریں گے، نہ ٹوپی میں، نہ عمامہ میں، نہ جوتوں میں، نہ بالوں کے انداز میں اور نہ ہی ہم ان کی طرح بات کریں گے اور نہ ہی ان کی طرح کنیت رکھیں گے اور نہ ہی گھوڑے پر سوار ہوں گے

اور نہ ہی تلواریں لٹکائیں گے اور نہ ہی کوئی ہتھیار رکھیں گے اور نہ ہی اسے اپنے ساتھ لے کر چلیں گے اور نہ ہی اپنی انگوٹھیوں پر عربی میں نقش کریں گے اور نہ ہی شراب بیچیں گے اور یہ کہ ہم اپنے سروں کے اگلے حصے کے بال کٹوائیں گے اور یہ کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں اپنے دین پر قائم رہیں گے اور یہ کہ ہم اپنی کمروں پر زنار باندھیں گے اور یہ کہ ہم اپنے کلیساؤں پر صلیب ظاہر نہیں کریں گے اور یہ کہ ہم اپنی صلیب اور اپنی کتابیں مسلمانوں کے راستوں اور بازاروں میں ظاہر نہیں کریں گے اور یہ کہ ہم اپنے کلیساؤں میں ناقوس نہیں بجائیں گے مگر آہستہ سے اور یہ کہ ہم مسلمانوں کی موجودگی میں اپنے کلیساؤں میں کسی چیز میں اپنی آوازیں بلند نہیں کریں گے اور نہ ہی ہمارے ساعی اور نہ ہی ہمارے بھیجنے والے (یعنی کسی قسم کے ملازم) باہر نکلیں گے اور نہ ہی ہم اپنے مردوں کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کریں گے اور نہ ہی ان کے ساتھ مسلمانوں کے راستوں اور بازاروں میں آگ ظاہر کریں گے اور نہ ہی ہم اپنے مردوں کے ساتھ ان کے قریب دفن ہوں گے اور نہ ہی ہم ایسے غلام رکھیں گے جن پر مسلمانوں کے تیر چل چکے ہوں اور نہ ہی ہم ان کے گھروں میں جھانکیں گے۔ پھر جب میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ کتاب لے کر آیا تو انہوں نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ ہم کسی مسلمان کو نہیں ماریں گے۔ ہم نے اپنی جانوں اور اپنے مذہب اور اپنے قبلہ کے لوگوں پر یہ شرط عائد کی ہے، اس پر امان ہے۔ پس اگر ہم نے اس میں سے کسی چیز کی خلاف ورزی کی جس کی ہم نے تم سے شرط کی تھی اور اپنی جانوں پر اس کا ذمہ لیا تھا تو ہمارے لیے کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور تمہارے لیے ہم سے وہ جائز ہو جائے گا جو سرکشی اور اختلاف کرنے والوں کے ساتھ جائز ہوتا ہے۔

اسی مضمون کی ایک روایت السنن الکبریٰ میں بھی مروی ہے جس میں مضمون تو یہی ہے، مگر قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

**پیارے بچو!** مولانا محمد ریحان

# پڑھا کو بچہ مگر کیسے؟

پیارے بچو! عثمان ایک چھوٹا بچہ تھا۔اس کا ایک بڑا بھائی تھا۔عثمان پانچویں کلاس میں پڑھتا تھا۔اس کا پڑھنے کا دل نہیں کرتا تھا۔صبح اسکول جانے کے لئے وہ دیر سے اٹھا کرتا تھا۔اسکول میں جب بھی اس کے ٹیچرز اسے پڑھا رہے ہوتے تھے، وہ بالکل بھی دھیان اور توجہ نہیں دیتا تھا۔شام کو اس کی امی جب اسے اسکول سے ملا ہوا گھر کا کام کروانے کے لئے بٹھاتی، تو وہ بنا توجہ کے پڑھتا۔اس کی امی اسے ایک چیز پڑھا رہی ہوتی تھیں، اور اس کی توجہ دوسری چیزوں کی طرف ہوتی تھی۔اس کی امی اس کی ان حرکتوں کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان تھیں، کبھی وہ اس کے بارے میں اس کے ایک ٹیچر سے مشورہ کرتیں، اور کبھی دوسرے ٹیچر سے۔

اسی گھر میں عثمان کا ایک بڑا بھائی ارسلان بھی تھا۔وہ ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا۔لیکن ارسلان شروع سے اپنی کلاس کا پوزیشن ہولڈر تھا۔ ہمیشہ وہ کلاس میں فرسٹ آتا تھا۔ان کی امی اسی وجہ سے پریشان تھیں کہ میرا ایک بیٹا تو ہمیشہ پوزیشن لیتا ہے، اور دوسرے بیٹا اکثر فیل ہو جاتا ہے، حالانکہ میں عثمان پر زیادہ توجہ دینے کے ساتھ زیادہ محنت بھی کرتی ہوں۔

ارسلان اور عثمان دونوں کے ماموں بچوں کے ماہر ڈاکٹر تھے۔وہ ان دنوں ترکی سے پاکستان آئے ہوئے تھے۔ایک دن عثمان کی امی نے ان کی گھر پر دعوت کی ہوئی تھی۔وہ گھر پر آئے، اور مسلسل عثمان کو نوٹ کرتے رہے۔کھانے کے بعد جب سارے بیٹھے، تو عثمان کی امی نے عثمان کے بارے میں پوچھا کہ یہ پڑھائی میں کمزور ہے، تو انہوں نے کہا کہ میں جب سے آیا ہوں، عثمان موبائل میں بیٹھا شارٹس ویڈیوز کی اسکرولنگ کر رہا ہے۔ ہر چند سیکنڈ بعد وہ دوسری ویڈیو لگا کر دیکھتا ہے، اس سے عثمان کی توجہ اور فوکس خراب ہو گئے ہیں۔اس کا آپ کچھ عرصہ موبائل دیکھنا چھڑوا دیں، یہ پڑھائی میں ٹھیک ہو جائے گا۔پھر کچھ عرصہ موبائل چھوڑنے کے بعد عثمان بالکل ٹھیک ہو گیا۔اور چند مہینوں بعد سالانہ امتحان میں اس نے تیسری پوزیشن بھی حاصل کر لی۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط90) مفتی طلحہ مدثر

# زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ 8)

معزز خواتین !ہمارے یہاں اردو اور عربی سے ناواقفیت اتنی بڑھتی جارہی ہے، کہ اردو کی بات سمجھانے کے لیے بھی انگلش کا سہارا لینا پڑتا ہے، یا اس کو مزید آسان کرنا پڑتا ہے، ورنہ وہ عام خواتین کی سمجھ دانی کے اوپر سے گزر جاتی ہے، چنانچہ لباس کا ساتر ہونا یا لباس کا ستر کو چھپانے کے اصول کے بارے میں کچھ خواتین کو لیلیٰ مجنوں کی کہانی کی طرح ستر کا لفظ ہی سمجھ نہیں آیا، جس میں ان کی غلطی نہیں بلکہ ہمارے تعلیمی نظام کی شکست ہے، خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی، خیر ان خواتین کے لیے مزید آسان الفاظ میں وضاحت درجِ ذیل ہے۔

## ستر سے مراد کیا ہے؟

''ستر'' عربی کا لفظ ہے، جس کے معنیٰ میں چھپنے اور پوشیدہ ہوجانے کی خصوصیت موجود ہوتی ہے، اِعراب یعنی زبر زیر اور پیش وغیرہ کے فرق کے ساتھ مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے، لیکن سب میں وہ عنصر تقریباً موجود ہوتا ہے، جس کا اوپر ذکر کیا، ہم اپنے جسم کو دوسروں سے چھپانے کے لیے جو کپڑا، چادر وغیرہ استعمال کریں وہ ستر کہلاتا ہے، اسی طرح نمازی اپنے آگے سے گزرنے والوں کے لیے جو رکاوٹ رکھتا ہے، اسے بھی سُترہ کہتے ہیں، اصل معنی تو یہی ہیں، لیکن اردو میں اکثر اوقات کپڑے کے بجائے جسم کے اس حصے کو ہی ستر سے تعبیر کردیا جاتا ہے جس کو چھپانے کا حکم ہے۔

خواتین کا ستر یا وہ حصہ جس کو چھپانے کا حکم ہے ،وہ سامنے والے فرد کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، ستر کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے، اس حوالے سے مختصراً یہ سمجھ لیں، کہ بیوی پر اپنے شوہر کے سامنے کسی عضو کا پردہ کرنا یا چھپانا ضروری نہیں ہے، جس کی وجہ یہ ہے، کہ قرآن مجید نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے لباس بتایا ہے، ان کے درمیان مزید کسی لباس کو ضروری نہیں قرار دیا گیا،

چنانچہ شوہر کے سامنے باریک، تنگ، پتلا، بھڑکیلا، چمکیلا، بیوی جو بھی چاہے ہر طرح کا لباس پہننے کا اختیار ہے، جبکہ اپنے محرم رشتہ دار مثلاً باپ، بیٹا، بھائی، چچا، سسر وغیرہ کے سامنے (مختلف اقوال کی روشنی میں) چہرہ، سر، بال، گردن، گلا، ہاتھ، پاؤں، پنڈلی اور بازو وغیرہ کھولنے میں گناہ نہیں ہے، کیونکہ ان افراد کا گھر میں آنا جانا لگا رہتا ہے، تو پورے جسم کو چھپانے میں مشکل پیش آئے گی، اس لیے ان اعضاء کو چھپانا ضروری نہیں ہے، اسی طرح خواتین کا (مسلمان) خواتین کے سامنے ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے، اس کے علاوہ حصہ ظاہر ہو جانے پر گناہ نہیں ہوگا، جبکہ غیر محرم شخص کے سامنے عورت پر سوائے ہاتھ پاؤں کے پورا بدن چھپانا ضروری ہے، چہرہ کے بارے میں اختلاف ہے، چہرہ چھپانا بہتر ہے، لیکن اگر کوئی نہ چھپائے تو اس کو فوراً جہنمی نہ بنادیا کریں، اختلاف کے پیشِ نظر تھوڑی نرمی سے کام لینا چاہیے۔

اس تفصیل کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے، کہ جس ستر میں جتنی گنجائش موجود ہے، ہم ہمیشہ ان اعضاء کو کھلا ہی رکھیں، دیکھیں مرد کا مرد سے اگر ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا ستر ہے، تو کیا ہر وقت صرف شارٹس پہن کر گھومیں گے، یا بیویاں شوہر کے سامنے کپڑوں کے بغیر یونہی چلتی پھرتی رہیں گی، ظاہر سی بات ہے، یہ تو گناہ گار نہ ہونے کی آخری حد ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ اگر مختلف ڈیزائن کے باریک یا تنگ کپڑے پہنے جائیں، تو ستر کے لحاظ سے اس تفصیل کو سامنے رکھیں، تاکہ گناہ گار نہ ہوں، باقی سر پر دوپٹہ رکھنا، خود کو اچھی طرح لباس سے ڈھانپنا خواہ والد یا شوہر کے سامنے ہی کیوں نہ ہو، اس سے کون منع کرتا ہے، یہ تو حیا، اور ادب کی بات ہے۔

## کافروں کا لباس پہننے کی ممانعت

اسلام مسلمانوں کو ایک قوم قرار دینے کی وجہ سے اس بات کا پابند بناتا ہے، کہ وہ کوئی ایسی شکل و صورت اختیار نہ کرے جو کسی قوم کی پہچان، یا علامت ہو، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ابو داؤد، کتاب اللباس، 4031)

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے (ابوداؤد)

اوراسی طرح عمرو بن شعیب کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا، لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارَى (سنن ترمذی، باب ما جاء فی كراهية إشارة اليد بالسلام، 2695)

ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے، جو ہمارے علاوہ کسی اور کی مشابہت اختیار کرے، تم یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو (ترمذی)

اس کے علاوہ بھی بہت سے احادیث ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے، کہ غیر مسلموں کی مشابہت اختیار نہیں کی جاسکتی خواہ لباس میں ہو، یا کسی اور چیز میں، اور مشابہت سے مراد یہ ہے، کہ صرف اسی لباس کو دیکھ کر سامنے والا آپ کے متعلق رائے قائم کرسکتا ہو، مثال کے طور پر اگر کسی نے سر پر خاص طریقوں سے پگڑی باندھی ہوئی ہے، یا تبت کے لامہ کی طرز کے پیلے یا زعفرانی رنگ کی چادر پہن رکھی ہے، یا خاص طرز کا گاؤن اور سٹول لیا ہوا ہے، تو آسانی سے معلوم ہوجائے گا، کہ ان افراد کا تعلق سکھ، بدھ مت، یا عیسائی مذہب سے ہے، کیونکہ یہ لباس خاص مذہب کی ترجمانی کرتے ہیں، اور اس مذہبی لباس کے علاوہ بھی، اگر کسی خاص علاقے میں غیر مسلم افراد کا مخصوص لباس ہو، تو مسلمانوں کے لیے وہ لباس پہننا منع ہوگا، اور اس ممانعت کی وجہ لباس نہیں بلکہ اس کی وہ خاص حیثیت ہوتی ہے، جو غیر مسلم قوم کی پہچان ہوتی ہے، اگر وہ حیثیت باقی نہ رہے تو حکم بھی بدل جائے گا، چنانچہ آج سے تقریباً 200-150 سال پہلے پینٹ شرٹ صرف گوروں اور غیر مسلموں کا لباس تھا، برِ صغیر میں مقامی افراد اس کو نہیں پہنتے تھے، لباس دیکھ کر پہچان لیا جاتا تھا، کہ کوئی گورا افسر ہے، ایسی صورت میں اس سے منع کیا جاتا تھا، پھر رفتہ رفتہ حالت بدلتی گئی، یہ لباس مسلم غیر مسلم سب پہننے لگے، اور آج کوئی بھی صرف پینٹ پہننے کی بنیاد پر غیر مسلم قرار نہیں دیا جاسکتا، چنانچہ ایسی صورت میں حکم بھی بدل جائے گا، اور اس لباس کا پہننا مشابہت کی وجہ سے منع نہیں رہے گا، کوئی اور وجہ ہو تو الگ بات ہے، غیر مسلموں کی طرح فاسق افراد مثلاً چور، اچکو، بدمعاشوں کی طرح کا لباس پہننا بھی منع ہے، بلکہ ایسا لباس پہنا جائے، جو عام شریف لوگ پہنتے ہیں، جس میں ہر علاقے، زمانے اور خطے کا رواج مختلف ہوتا ہے۔

(جاری ہے.........)

**آپ کے دینی مسائل کا حل** ادارہ

# انقلابِ عین ودمِ مسفوح کا حکم

## سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(1)...... پہلا مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ فقہ کا عام قاعدہ ہے کہ:

''ماہیت بدل جانے سے حکم، بدل جاتا ہے، جیسے انگور پاک ہے، اور اگر شراب بنادی جائے، تو ناپاک ہوجاتی ہے، پھر سرکہ بن جائے، تو پاک ہوجاتا ہے''

کیا ایسے ہی اگر دودھ کے اندر، خون شامل ہوجائے، اور پھر دہی جمالیا جائے، تو کیا دہی پاک ہے، اسی دہی سے مکھن اور گھی کا کیا حکم ہے؟

(2)...... دوسرا مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ:

''جو چیز سبیلین کے علاوہ جسم سے خارج ہو، اور اس سے وضو نہ ٹوٹے، تو وہ پاک ہے، جیسے قلیل قے پاک ہے، اگر منہ بھر ہو، تو ناپاک ہے''

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''**لا وضوء مع القطرۃ والقطرتین** ''1 یا 2 قطرے سے وضو نہیں، پھر کیا کنویں میں، یا پانی میں 1 یا 2 قطرے خون گر جائے، تو وہ بھی ناپاک نہیں ہوں گے۔ **جزاک اللہ الخیر** سائلہ: بنتِ آدم

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## جواب:

(1)...... جہاں تک آپ کے پہلے سوال کے جواب کا تعلق ہے، تو اس بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی چیز کی ماہیت وحقیقت تبدیل ہوجانے پر اس کا حکم تبدیل ہونے کا مسئلہ فقہائے کرام کے درمیان اختلافی واجتہادی ہے۔

فقہائے شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک کسی چیز کی ماہیت تبدیل ہونے سے حکم تبدیل نہیں ہوجاتا، بلکہ

اس کا سابقہ حکم برقرار رہتا ہے۔

اور حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک کسی چیز کی حقیقت و ماہیت تبدیل ہو جانے یعنی ''انقلابِ عین، یا انقلابِ ماہیت''، جس کو ''استحالہ'' بھی کہا جاتا ہے، سے حکم تبدیل ہو جایا کرتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حقیقت و ماہیت تبدیل ہونے سے حکم تبدیل ہو جانے کے قائل، فقہائے کرام نے ''انقلابِ عین، یا انقلابِ ماہیت'' کی جو حقیقت بیان کی ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ جب کسی چیز کا ''عین و ذات'' اور اس کی ''حقیقت و ماہیت'' یکسر تبدیل ہو جائے، تو ہی اس کا سابقہ حکم تبدیل ہوتا ہے، کیونکہ سابق حکم اس کی مخصوص حقیقت کی وجہ سے تھا، اور جب وہ حقیقت ہی اپنے اوصاف بدل جانے، اور استحالہ ہو جانے کی وجہ سے باقی نہیں رہی، تو وہ حکم بھی باقی نہیں رہے گا۔

جیسا کہ پاخانہ، اور گوبر، لید، اور ہر قسم کی غلاظتیں، اگر آگ میں جل کر خاکستر ہو جائیں، تو چونکہ وہ جل کر راکھ کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہیں، اور ان میں جو نجاست کے مرطوب اجزاء ہوتے ہیں، وہ یکسر فناء ہو جاتے ہیں، اس لئے اب وہ راکھ نجس و ناپاک نہیں رہتی۔

اسی طرح اگر کوئی مردار، یا ناپاک چیز نمک کی کان میں مل کر پوری طرح نمک بن جائے، تو اس کے اجزاء نمک کا حکم حاصل کر لیتے ہیں۔

اور اسی طرح اگر شراب کو سرکہ میں ملا دیا جائے، اور وہ شراب پوری طرح سرکہ کی حقیقت و ماہیت کو اختیار کر لے، اور اس کے نشہ والے اوصاف ختم ہو جائیں، تو اس پر بھی شراب کے بجائے سرکہ کا حکم جاری ہو جاتا ہے۔

اور اگر مذکورہ طریقہ پر کسی چیز کی حقیقت و ماہیت تبدیل نہ ہو، بلکہ اس کے بغیر دو چیزیں باہم مل جائیں، اور مخلوط ہو جائیں، جن میں سے ایک چیز پاک اور دوسری ناپاک ہو، تو محض ان دو چیزوں کے باہم مل جانے، اور مخلوط ہو جانے سے حکم تبدیل نہیں ہو جاتا، کیونکہ اس طرح دو چیزوں کے ملنے سے ان کی اپنی حقیقت و ماہیت تبدیل نہیں ہو جاتی، جیسا کہ دودھ کے ساتھ پیشاب شامل ہو جائے، تو اس کی وجہ سے ماہیت تبدیل نہیں ہو جاتی، اور اس مجموعہ کو ناپاک تصور کیا جاتا ہے۔

ورنہ تو کبھی بھی کوئی ناپاک چیز، پاک چیز کے ساتھ شامل ہونے سے ناپاک نہ کہلایا کرتی، جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ پاک پانی میں، ناپاکی پڑ جائے، تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے، اور اسی طرح کسی

دوسری پاک چیز، مثلاً دودھ میں پیشاب شامل ہوجائے، تو وہ دودھ ناپاک نہ کہلاتا، غرضیکہ کوئی بھی پاک چیز، ناپاک چیز کے شامل ہونے سے کبھی بھی ناپاک نہ کہلایا کرتی، اور ظاہر ہے کہ یہ بات بالکل بدیہی طور پر غلط ہے، جس کو سب لوگ جانتے ہیں۔

اور''دمِ مسفوح''یعنی بہتا خون بھی پیشاب کی طرح ناپاک ہے، لہٰذا اس کے دودھ میں شامل ہونے سے بھی وہ ناپاک ہوجائے گا، اور اگر اس دودھ کی دہی بنالی جائے، یا مکھن بنالیا جائے، تو بھی اس کو ناپاکی کا حکم حاصل رہے گا، کیونکہ دودھ کے دہی، یا مکھن، یا گھی بننے سے انقلابِ عین، یا استحالہ نہیں ہوتا، اور نجاست کے اجزاء کی تحلیل نہیں ہوتی۔ [1]

---

[1] تحول العين وأثره في الطهارة والحل:ذهب الحنفية والمالكية، وهو رواية عن أحمد إلى :أن نجس العين يطهر بالاستحالة، فرماد النجس لا يكون نجسا، ولا يعتبر نجسا ملح كان حمارا أو خنزيرا أو غيرهما، ولا نجس وقع في بئر فصار طينا، وكذلك الخمر إذا صارت خلا سواء بنفسها أو بفعل إنسان أو غيره، لانقلاب العين، ولأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة، فينتفي بانتفائها .فإذا صار العظم واللحم ملحا أخذا حكم الملح؛ لأن الملح غير العظم واللحم.

ونظائر ذلك في الشرع كثيرة منها :العلقة فإنها نجسة، فإذا تحولت إلى المضغة تطهر، والعصير طاهر فإذا تحول خمرا ينجس.فيتبين من هذا :أن استحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها.

والأصل عند الشافعية، والحنابلة في ظاهر المذهب :أن نجس العين لا يطهر بالاستحالة، فالكلب أو غيره يلقى في الملاحة فيصير ملحا، والدخان المتصاعد من وقود النجاسة، وكذلك البخار المتصاعد منها إذا اجتمعت منه نداوة على جسم صقيل، ثم قطر، نجس.

ثم استثنوا من ذلك الخمر إذا انقلبت بنفسها خلا فتطهر بالتخلل؛ لأن علة النجاسة الإسكار وقد زالت، ولأن العصير لا يتخلل إلا بعد التخمر غالبا، فلو لم يحكم بالطهارة تعذر الحصول على الخل، وهو حلال بالإجماع.وأما إن خللت بطرح شيء فيها بفعل إنسان فلا تطهر عندهم.

وصرح الشافعية بأنها لو تخللت بإلقاء الريح فلا تطهر عندهم أيضا، سواء أكان له دخل في التخليل كبصل وخبز حار، أم لا كحصاة.وكذلك لا فرق بين أن تكون العين الملقاة طاهرة أو نجسة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٠، ص ٢٧٨و ٢٧٩،مادة''تحول'')

استحالة:التعريف :من معاني الاستحالة لغة :تغير الشيء عن طبعه ووصفه، أو عدم الإمكان . ولا يخرج استعمال الفقهاء والأصوليين للفظ (استحالة) عن هذين المعنيين اللغويين.

الحكم الإجمالي وموطن البحث:يختلف الحكم تبعا للاستعمالات الفقهية أو الأصولية:

الاستعمال الفقهي الأول :بمعنى تحول الشيء وتغيره عن وصفه .ومن ذلك استحالة العين النجسة .وبم تكون الاستحالة؟

الأعيان النجسة، كالعذرة، والخمر، والخنزير، قد تتحول عن أعيانها وتتغير أوصافها،وذلك بالاحتراق أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

البتہ انقلابِ عین کے بغیر بھی بعض مائع چیزوں کے پاک کرنے کے طریقوں پر فقہاء نے بحث کی ہے۔
چنانچہ اگر کوئی مائع چیز، دودھ، مکھن، گھی وغیرہ میں کوئی مائع ناپاک چیز شامل ہو جائے، جیسا کہ دودھ، یا مکھن، یا گھی میں، اور پھر اس کی مقدار کے برابر، تین مرتبہ پانی شامل کر کے اس کو تین مرتبہ پکایا جائے، اور ہر مرتبہ اس میں شامل کئے ہوئے پانی کی مقدار کو آگ پر پکا کر ختم کر دیا جائے، جس کی پہچان یہ ہے کہ ہر مرتبہ وہ چیز اتنی مقدار میں باقی رہ جائے، جتنی مقدار میں پانی شامل ہونے سے پہلے تھی، تو وہ چیز فقہائے حنفیہ کے نزدیک پاک ہو جاتی ہے۔
پس اگر ناپاک دودھ کے ساتھ، یا اس سے مکھن، گھی تیار کرتے وقت اس طرح عمل کیا جائے، یا مکھن، و گھی تیار ہونے کے بعد یہ عمل کر لیا جائے، تو حنفیہ کے نزدیک وہ اس وجہ سے پاک ہو جائے گا کہ یہ ان کے نزدیک اس طرح کی مائع چیز کو پاک کرنے کا ایک طریقہ ہے، لیکن اس کی وجہ ماہیت کا تبدیل، یا انقلابِ عین ہونا نہیں ہوگی۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ بالتخليل، أو بالوقوع في شيء طاهر، كالخنزير يقع في الملاحة، فيصير ملحا.
وقد اتفق الفقهاء على طهارة الخمر باستحالتها بنفسها خلا، ويختلفون في طهارتها بالتخليل .
أما النجاسات الأخرى التي تتحول عن أصلها فقد اختلفوا في طهارتها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣، ص ٢١٣، مادة"استحالة")

اللبن لا يستحيل بالصنعة؛ فلم يتغير حاله، والخمر تستحيل بالصنعة، والاستحالة أن يتنجس اللبن بمخالطة الخمر، فيطهر بغلبة الخل عليه؛ لأنه يستحيل بذلك.
ولأن اللبن النجس لا يطهر إذا تغير بغير فعل الآدمي، والخمر إذا تغيرت بصنعة آدمي كذلك تطهر بالتغيير إذا كان بصنعة آدمي(التجريد للقدوري، ج٦، ص٢٨١٧، كتاب الرهن)

[1] ذهب الفقهاء إلى أنه إذا وقعت النجاسة في جامد، كالسمن الجامد ونحوه، فإن تطهيره يكون برفع النجاسة وتقوير ما حولها وطرحه، ويكون الباقي طاهرا، لما روت ميمونة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن فأرة سقطت في سمن فقال :ألقوها، وما حولها فاطرحوه، وكلوا سمنكم .
وإذا وقعت النجاسة في مائع فإنه ينجس، ولا يطهر عند جمهور الفقهاء ، ويراق، لحديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم سئل عن الفأرة تقع في السمن فقال :إن كان جامدا فألقوها وما حولها، وإن كان مائعا فلا تقربوه وفي رواية وإن كان مائعا فأريقوه .
وذهب الحنفية إلى إمكان تطهيره بالغلي، وذلك بأن يوضع في ماء ويغلى، فيعلو الدهن الماء ، فيرفع بشيء ، وهكذا ثلاث مرات.
قال ابن عابدين :وهذا عند أبي يوسف، وهو أوسع وعليه الفتوى، خلافا لمحمد.
وقريب منه ما اختاره أبو الخطاب من الحنابلة :أن ما يتأتى تطهيره بالغلي -كالزيت -يطهر به كالجامد،
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(2)......اور جہاں تک آپ کے دوسرے سوال کے جواب کا تعلق ہے،تو اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ سمجھ لینی چاہیے کہ خون اور قے خواہ کتنی زیادہ مقدار میں ہو،اس کے نکلنے سے شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا،اور حنابلہ کے نزدیک اگر خون بہت زیادہ مقدار میں نکلے،تو ہی وضو ٹوٹتا ہے،تھوڑی مقدار میں نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک دمِ مسفوح کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ [1]

دوسری بات یہ ہے کہ دمِ مسفوح،یعنی بہتا ہوا خون ناپاک ہے،جو کسی پاک چیز میں گر جائے،تو وہ ناپاک ہوجاتی ہے،اور ایک،یا دو قطرہ بھی ظاہر ہے کہ دمِ مسفوح ہی میں داخل ہوتا ہے،اس کے کسی مائع چیز میں گر جانے سے بھی وہ چیز ناپاک ہوجائے گی۔ [2]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وطريقة ذلک :جعله فى ماء كثير يخاض فيه، حتى يصيب الماء جميع أجزائه، ثم يترک حتى يعلو على الماء ، فيؤخذ.

وعند الحنابلة، كما قاله ابن قدامة :لا يطهر غير الماء من المائعات بالتطهير فى قول القاضى وابن عقيل، قال ابن عقيل :إلا الزئبق، فإنه لقوته وتماسكه يجرى مجرى الجامد .واستدل ابن قدامة بأن النبى صلى الله عليه وسلم سئل عن السمن إذا وقعت فيه الفأرة، فقال :إن كان مائعا فلا تقربوه، ولو كان إلى تطهيره طريق لم يأمر بإراقته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۹،ص ۱۰۲،مادة"طهارة")

الْعَسَلُ يَلْقَى فِى قِدْرٍ وَيُصَبُّ عَلَيْهِ الْمَاءُ وَيُغْلَى حَتَّى يَعُودَ إلَى مِقْدَارِهِ الْأَوَّلِ هَكَذَا ثَلَاثًا قَالُوا وَعَلَى هَذَا الدِّبْسُ(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج ۱،ص ۲۴۹،كتاب الطهارة،باب الانجاس)

[1] ذهب المالكية والشافعية إلى أن الوضوء لا ينتقض بخروج شىء من غير السبيلين كدم الفصد، والحجامة، والقيء ، والرعاف، سواء قل ذلک أو كثر......

ويرى الحنابلة أن الرعاف لا ينقض الوضوء إلا إذا كان فاحشا كثيرا......

ويرى الحنفية القائلون بنقض الوضوء بسيلان الدم عن موضعه أن الرعاف ينقض الوضوء ، وكذا لو نزل الدم من الرأس إلى ما لان من الأنف ولم يظهر على الأرنبة نقض الوضوء (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۲،ص ۲۶۳،مادة"رعاف")

[2] ذهب الفقهاء إلى نجاسة الدم، لحديث أسماء رضى الله عنها قالت :جاء ت امرأة إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقالت :أرأيت إحدانا تحيض فى الثوب كيف تصنع؟ قال " :تحته ثم تقرصه بالماء وتنضحه وتصلى فيه، وقوله صلى الله عليه وسلم لعمار بن ياسر رضى الله عنهما :إنما يغسل الثوب من المنى والبول والدم وكذلک القيح والصديد لأنهما مثله(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۰، ص ۸۹،مادة "نجاسة")

ما يعفى عنه فى الثوب دون الماء وهو الدم اليسير من سائر الدماء إلا دم الكلب والخنزير وينبغى أن يلحق به طين الشارع المتيقن نجاسته، فلو وقع شىء من ذلک فى ماء قليل أو غمس يده فى الماء وعليها قليل دم برغوث أو قمل أو غمس فيه ثوبا فيه دم برغوث تنجس(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸، ص ۲۲۳،مادة "معفوات")

البتہ خون کے ایک، یا دو قطرے، اگر ماءِ کثیر، یا ماءِ جاری میں شامل ہوجائیں، تو وہ ناپاک نہیں ہوتا، یا وہ قطرے ماءِ قلیل میں شامل ہوجائیں، لیکن اس کو ماءِ کثیر، یا ماءِ جاری کردیا جائے، تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔

اگر کنویں کا پانی پہلے سے ماءِ کثیر ہو، تو وہ ناپاک نہیں ہوگا، اور اگر پہلے سے ماءِ قلیل تھا، پھر وہ پانی زیادہ ہونے سے، ماءِ کثیر بن جائے، یا اس میں باہر سے کوئی دوسرا پاک پانی داخل کیا جائے، اور اسی لمحہ اس میں سے پانی باہر بھی نکالا جائے، جس طرح آج کل موٹر سے پانی ڈالا، اور نکالا جاتا ہے، تو اس عمل کے ذریعہ وہ کنواں آناً فاناً پاک ہوجائے گا۔ [1]

---

[1] ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى أنه إذا تنجس ماء البئر فإن التكثير طريق تطهيره عند تنجسها إذا زال التغير .ويكون التكثير بالترك حتى يزيد الماء ويصل حد الكثرة، أو بصب ماء طاهر فيه حتى يصل هذا الحد.وأضاف المالكية طرقا أخرى، إذ يقولون :إذا تغير ماء البئر بتفسخ الحيوان طعما أو لونا أو ريحا يطهر بالنزح أو بزوال أثر النجاسة بأى شىء .بل قال بعضهم :إذا زالت النجاسة من نفسها طهر .وقالوا فى بئر الدار المنتنة :طهور مائها بنزح ما يذهب نتنه.

ويقصر الشافعية التطهير على التكثير فقط إذا كان الماء قليلا (دون القلتين) إما بالترك حتى يزيد الماء ، أو بصب ماء عليه ليكثر، ولا يعتبرون النزح لينبع الماء الطهور بعده؛ لأنه وإن نزح فقعر البئر يبقى نجسا كما تتنجس جدران البئر بالنزح .وقالوا فيما إذا وقع فى البئر شىء نجس،كفأرة تمعط شعرها، فإن الماء ينزح لا لتطهير الماء ، وإنما بقصد التخلص من الشعر.

ويفصل الحنابلة فى التطهير بالتكثير إذا كان الماء المتنجس قليلا، أو كثيرا لا يشق نزحه، ويخصون ذلك بما إذا كان تنجس الماء بغير بول الآدمى أو عذرته .ويكون التكثير بإضافة ماء طهور كثير، حتى يعود الكل طهورا بزوال التغير.

أما إذا كان تنجس الماء ببول الآدمى أو عذرته فإنه يجب نزح مائها، فإن شق ذلك فإنه يطهر بزوال تغيره، سواء بنزح ما لا يشق نزحه، أو بإضافة ماء إليه، أو بطول المكث على أن النزح إذا زال به التغير وكان الباقى من الماء كثيرا (قلتين فأكثر) يعتبر مطهرا عند الشافعية.

أما الحنفية فيقصرون التطهير على النزح فقط، لكل ماء البئر، أو عدد محدد من الدلاء على ما سبق(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١ ، ص ٨٦،مادة "آبار")

تطهير المياه النجسة :ذهب الحنفية والمالكية إلى أن تطهير المياه النجسة يكون بصب الماء عليها ومكاثرتها حتى يزول التغير.

ولو زال التغير بنفسه، أو بنزح بعضه، فعند المالكية قولان، قيل :إن الماء يعود طهورا، وقيل :باستمرار نجاسته، وهذا هو الأرجح.قال الدسوقى :لأن النجاسة لا تزال إلا بالماء المطلق، وليس حاصلا، وحينئذ فيستمر بقاء النجاسة.ومحل القولين فى الماء الكثير الذى زال تغيره بنفسه أو بنزح بعضه، أما القليل فإنه باق على تنجسه بلا خلاف.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

تیسری بات یہ ہے کہ آپ نے خون کے ایک، یا دو قطروں سے وضو نہ ہونے کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے، اور اس کو بعض فقہاء نے اپنی کتابوں میں سند کی تحقیق کے بغیر تحریر بھی کر دیا ہے، تو اس حدیث کو دار قطنی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

لیکن اس کو روایت کرنے کے بعد دار قطنی نے فرمایا کہ اس کی سند میں ''محمد بن فضل بن عطیہ'' ضعیف ہے، اور مزید دو راوی ''سفیان بن زیاد'' اور ''حجاج بن نصیر'' بھی ضعیف ہیں۔ [1]

اور ''محمد بن فضل بن عطیہ'' کا حال یہ ہے کہ ان کی حدیث کو امام احمد نے جھوٹی قرار دیا ہے، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كما يطهر الماء النجس عند المالكية لو زال تغيره بإضافة طاهر، وبإلقاء طين أو تراب إن زال أثرهما، أي لم يوجد شيء من أوصافهما فيما ألقيا فيه، أما إن وجد فلا يطهر، لاحتمال بقاء النجاسة مع بقاء أثرهما،

وذهب الشافعية والحنابلة إلى :أن الماء إن بلغ قلتين فإنه لا ينجس إلا إذا غيرته النجاسة، لقول النبي صلى الله عليه وسلم :إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل الخبث وقوله صلى الله عليه وسلم :إن الماء لا ينجسه شيء إلا ما غلب على ريحه وطعمه ولونهوتطهيره حينئذ يكون بزوال التغير، سواء زال التغير بنفسه :كأن زال بطول المكث، أو بإضافة ماء إليه.

قال القليوبي :وهذا في التغير الحسي،وأما التقديري :كما لو وقع في الماء نجس لا وصف له فيقدر مخالفا أشد، كلون الحبر وطعم الخل وريح المسك، فإن غيره فنجس، ويعتبر الوصف الموافق للواقع، ويعرف زوال التغير منه بزوال نظيره من ماء آخر، أو بضم ماء إليه لو ضم للمتغير حسا لزال، أو بقي زمنا ذكر أهل الخبرة أنه يزول به الحسي..

ولا يطهر الماء إن زال التغير بمسك أو زعفران أو خل، للشك في أن التغير زال أو استتر، والظاهر الاستتار، مثل ذلك زوال التغير بالتراب والجص.

ونص الحنابلة على أنه إن نزح من الماء المتنجس الكثير، وبقي بعد المنزوح كثير غير متغير، فإنه يطهر لزوال علة تنجسه، وهي التغير .وكذا المنزوح الذي زال مع نزحه التغير طهور إن لم تكن عين النجاسة فيه.

وإن كان الماء دون القلتين فإنه ينجس بملاقاة النجاسة وإن لم تغيره، وتطهيره يكون بإضافة الماء إليه حتى يبلغ القلتين ولا تغير به ولو كوثر بإيراد طهور فلم يبلغ القلتين لم يطهر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۹،ص ۱۰۲ و۱۰۳ ،مادة"طهارة")

[1] نا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى بْنِ عَلِيٍّ الْخَوَّاصُ ,نا سُفْيَانُ بْنُ زِيَادٍ أَبُو سَهْلٍ ,نا حَجَّاجُ بْنُ نُصَيْرٍ ,نا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ ,حَدَّثَنِي أَبِي ,عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ ,عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ,عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَيْسَ فِي الْقَطْرَةِ وَالْقَطْرَتَيْنِ مِنَ الدَّمِ وُضُوءٌ حَتَّى يَكُونَ دَمًا سَائِلًا .مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ ضَعِيفٌ وَسُفْيَانُ بْنُ زِيَادٍ , وَحَجَّاجُ بْنُ نُصَيْرٍ ضَعِيفَانِ(سنن الدارقطني،رقم الحديث ۵۸۳ ،بَابٌ فِي الْوُضُوءِ مِنَ الْخَارِجِ مِنَ الْبَدَنِ كَالرُّعَافِ وَالْقَيْءِ وَالْحِجَامَةِ وَنَحْوِهِ)

امام ابنِ معین نے ان کی حدیث کو لکھنے سے منع کیا ہے، اور دیگر کئی محدثین نے ان کو متروک، یعنی ترک کیا ہوا کہا ہے۔ [1]

اور ''حجاج بن نصیر'' کو بھی بعض نے ضعیف اور بعض نے متروک وغیرہ کہا ہے۔ [2]

اس لئے یہ حدیث قابلِ استدلال نہیں۔

اورراجح یہی ہے کہ دمِ مسفوح، یعنی بہتا خون ناپاک ہے، جو ایک، یا دو قطروں کو بھی شامل ہے، اور بہتے خون کی ناپاکی، قرآن مجید کی آیت سے ثابت ہے، جس کا مذکورہ نا قابلِ اعتبار حدیث، مقابلہ کرنے کی ہرگز صلاحیت نہیں رکھتی۔ [3]

أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ(سورة الانعام،رقم الآية ١٤٥ )

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

محمد رضوان خان

10 /شعبان المعظم/1446ھ۔09 /فروری/2025ء، بروز اتوار

دارالافتاء: ادارہ غفران، راولپنڈی

---

[1] ت ق :محمد بن الفضل بن عطية العبسي مولاهم، الكوفي، أبو عبد الله.
نزيل بخارى.وقد حدث في آخر أيامه بالعراق عن أبيه، وزياد بن علاقة، وعمرو بن دينار، وعاصم بن بهدلة، ومنصور بن المعتمر، وجماعة.وعنه :بقية، وأسد بن موسى، وعباد بن يعقوب، ويحيى بن يحيى، ومحمد بن عيسى بن حيان المدائني، وآخرون.قال أحمد :حديثه حديث أهل الكذب.وقال يحيى بن معين :لا يكتب حديثه.وقال غير واحد :متروك الحديث(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام، ج٤، ص ٩٦٤، حرف الميم)

[2] حجاج بن نصير (ت) الفساطيطي، بصرى.عن شعبة، وقرة، والطبقة.وعنه الدارمى، والكجى.قال يعقوب بن شيبة :سألت ابن معين عنه، فقال :صدوق، لكن أخذوا عليه أشياء فى حديث شعبة.وقال ابن المدينى :ذهب حديثه.وقال أبو حاتم :ضعيف، ترك حديثه.وقال البخارى :سكتوا عنه.وقال النسائى: ضعيف.وقال -مرة :ليس بثقة.وقال أبو داود :تركوا حديثه.وقال الدارقطنى وغيره :ضعيف.وأما ابن حبان فذكره فى الثقات، فقال :يخطء ويهم(ميزان الاعتدال فى نقد الرجال، ج ١، ص ٤٦٥، حرف الحاء)

[3] وَلَوْ وَقَعَتْ قَطْرَةٌ مِنْ خَمْرٍ فِي مَاءٍ لَمْ يَجُزْ شُرْبُهُ، وَالِانْتِفَاعُ بِهِ(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسي، ج٢٤، ص ٢٠، كتاب الاشربة)
فَصْلٌ فِي الْبِئْرِ (إذَا وَقَعَتْ نَجَاسَةٌ) لَيْسَتْ بِحَيَوَانٍ وَلَوْ مُخَفَّفَةً أَوْ قَطْرَةَ بَوْلٍ أَوْ دَمٍ(الدرالمختار،مع رد المحتار، ج ١، ص ٢١١، كتاب الطهارة،فصل فى البئر)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

# ’’رسومِ افتاء واصولِ افتاء‘‘ پر کلام (قسط:3)

## ’’تلبیس وتغلیط‘‘ کے بعد ’’تردید وتقلید‘‘ کا تصور

پھر اس کے بعد فاضل موصوف نے لکھا کہ:

’’مذکورہ رائے اور اس کے دلائل کے بارے میں عرض ہے کہ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں، اور علماءِ دیوبند کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقلدینِ احناف کے لئے اپنے مذہب کے راجح قول کے مطابق فتویٰ دینا اور عمل کرنا، ضروری ہے، دوسرے ائمہ کے قول کے مطابق عمل کرنا، یا فتویٰ دینا عام حالات میں جائز نہیں‘‘ (کمیشن اور بروکری کے جدید مسائل، ص۱۵۱، مطبوعہ: مکتبہ معارف السنۃ، کمیٹی چوک، راولپنڈی، طبع اول ۲۰۲۴ء)

**تبصرہ:**...... فاضل موصوف نے جو ’’مذکورہ رائے اور اس کے دلائل‘‘ کے متعلق تبصرہ کئے بغیر ’’فقہ حنفی کی معتبر کتابوں اور علمائے دیوبند کے فتاویٰ سے، مقلدینِ احناف کے لئے‘‘ جس بات کے معلوم ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اس طرح کا دعویٰ ایک عرصہ سے موجودہ دور کے بہت سے مقلدینِ احناف، اور بالخصوص اصحابِ علم کے بڑے طبقہ میں بہت مشہور ومعروف ہو چکا ہے، جس کو ان کے ہاں، گویا کہ فتوے کا گویا کہ اصلِ اصول سمجھا جانے لگا ہے، اور موجودہ اور ماضی قریب کے بعض اصحابِ علم نے اس کو دنیا بھر کے مقلدینِ احناف کے لئے لازم وواجب سمجھ لیا ہے، اور اسی کے ساتھ مجتہدین کے علی الاطلاق منقطع ہونے کا بھی حکم لگا دیا ہے، خواہ وہ مدرسہ وجامعات کے فضلاء ہوں، یا متخصصین ہوں، یا اس سے بھی بڑھ کر رئیس المفتی، یا اس سے بھی بڑھ کر کیوں نہ ہوں، کیونکہ جب اجتہاد کے انقطاع، اور مقلدِ محض کے بقاء کا عام حکم لگایا جائے گا، تو اس میں ’’شخص دون شخص‘‘ کی کوئی تقسیم وتفریع نہ ہوگی۔

اور بعض حضرات اگر چہ دبے ہوئے انداز میں اجتہاد کے بعض درجات کے انقطاع اور بعض کے استمرار کی گنجائش کا قول کرتے ہیں، لیکن اس کی عملی وفعلی حیثیت بھی دراصل اپنے، یا اپنے مخصوص متبوعین کے لئے اس اجتہاد کی گنجائش پیدا کرنے سے زیادہ نہیں ہوتی، تاکہ وہ اپنے اجتہاد سے جو حکم لگائیں، اس کو تو دوسروں پر حجت قرار دیا جاسکے، لیکن کسی دوسرے کی طرف سے کوئی ایسی بات سامنے آئے، جو اپنے تئیں مقرر وطے کردہ مجتہدین کے تصور کے خلاف ہو، اس کو غیر مجتہدین کا قول قرار دے کر بآسانی رد کرنے کا راستہ موجود رہے۔

اور اسی کے ساتھ یہ بھی تصور کرلیا گیا کہ ہندوستان، پاکستان، اور دنیا کے کئی ممالک میں بسنے والے لاکھوں نہیں، کروڑوں علماء وعوام سب کے سب مقلدینِ احناف ہیں، جن کو اپنے مذہب کے راجح قرار دیئے جاچکے قول کے مطابق فتویٰ دینا اور عمل کرنا، ضروری ہے، دوسرے ائمہ کے قول کے مطابق عمل کرنا، یا فتویٰ دینا، عام حالات میں جائز نہیں۔

اور پھر عام حالات کی قید لگانے کے بعد خاص حالات کے بارے میں اپنے اپنے قاعدے وقانون مقرر وطے کر لئے۔

اور پھر اپنے ہی مقرر وطے کردہ قاعدہ وقانون کی بھی پابندی وپاسداری کو دوسروں کے لئے تو لازم سمجھا گیا، لیکن فعلی وعملی طور پر اپنے لیے پھر بھی راستہ نکال لیا گیا، جس کے نتیجہ میں وہ جب اپنے تئیں کسی مسئلہ میں ضرورت سمجھیں، تو اپنے لئے تو کسی نہ کسی طرح کھینچ تان کر کے، اس کو عام حالات سے خارج کر کے، اور خاص حالات میں داخل مان کر اپنے مذہب کی پاسداری سے اپنے آپ کو ان قیود وشروط کے بغیر بھی آزاد تصور کر لیتے ہیں، جو قیود وشروط انہوں نے دوسرے سب عوام وخواص کے لئے اصلِ کل کے طور پر لازم کر رکھی ہیں، اور اپنے لئے ان قیود وشروط میں کوئی نہ کوئی تاویل کر کے، یا کسی ایسی فقہی عبارت کا حوالہ دے کر بے فکر ہوجاتے ہیں، جس عبارت میں نہ ان کا اپنا نام درج ہوتا، اور نہ ہی وہ حکم ان کے لئے مختص ہوتا۔

ہم نے ماقبل میں جس صورتِ حال کا نقشہ کھینچا، بلا مبالغہ، یہ سب کچھ بے اعتدالی اور افراط وتفریط پر مبنی، اور سب سے بڑھ کر خود جمہور محققینِ احناف کی عبارات وتصریحات، اور ترجیحات کے خلاف ہے۔

اور یہ تصریحات وترجیحات فقہ حنفی کے ان مجتہدین کی طرف سے موجود ہیں، جو فقہ حنفی کے بانی، مجتہدِ مطلق، ومقید، اور اصحابِ تخریج واصحابِ ترجیح سب کچھ ہیں۔

اوران تصریحات وترجیحات کی خلاف ورزی کرنے والوں کو مذکورہ درجات ومراتب میں سے کوئی درجہ ومرتبہ اس لئے حاصل نہیں کہ وہ خود اپنی پیدائش سے بھی پہلے زمانہ میں مجتہدین کے منقطع ہونے، اور مقلدینِ محض باقی رہ جانے کا حکم لگا چکے ہیں، جبکہ اس قسم کے فیصلوں کا اعتبار مجتہدین کا ہی ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ خود فاضل موصوف نے علامہ ابنِ عابدین شامی کے حوالہ سے شرح ''عقود رسم المفتی'' کی یہ عبارت آگے لکھی ہے کہ:

**انقطع المفتی المجتهد فی زماننا ولم یبق إلا المقلد المحض** (شرح عقود رسم المفتی: ۲۱)

ترجمہ: مفتی مجتہد ہمارے زمانہ میں منقطع ہوگئے، اور صرف مقلدِ محض باقی رہ گئے (شرح عقود رسم المفتی)

اب اگر علامہ ابنِ عابدین شامی کی اس بات کو حجت سمجھا جائے، جیسا کہ فاضل موصوف نے حجت میں اس حوالہ کو پیش کیا ہے، تو علامہ ابنِ عابدین شامی کی وفات تو 21، ربیع الآخر، 1252ہجری، بمطابق 1836ء کو ہو چکی تھی، اور مجتہد مفتی منقطع ہونے، اور صرف مقلدِ محض باقی رہ جانے کا عمل علامہ موصوف کی وفات سے بھی پہلے، ان کی زندگی میں ہو چکا تھا، اور دارالعلوم دیوبند کا قیام اس کے بھی بعد وجود میں آیا، اور یہ زمانہ بانیٔ دالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتوی (المتوفیٰ: 1297 ہجری، بمطابق 1880ء) اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (المتوفیٰ: 1323ہجری، بمطابق 1905ء)، اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (المتوفیٰ: 1362ہجری، بمطابق 1943ء) جیسے مشائخِ دیوبند کی تصنیفات وتالیفات اور فتاویٰ سے پہلے کا ہے، اور ان کے بعد آنے والے اکابر وعلماء کا زمانہ اس کے بھی بعد کا ہے۔

پس علامہ شامی کے مذکورہ فیصلے کے مطابق جملہ اکابر و مشائخِ دیوبند کو ''مفتی مجتہد'' کے بجائے

’’مقلدِ محض‘‘ قرار دینا، اوران کے تمام فتاویٰ کو ’مقلدِ محض‘‘ کے فتاویٰ ماننا لازم ہوگا۔
اور مقلد کو اپنے مذہب کے مجتہدین، اوراصحابِ ترجیح کے برخلاف کرنا جائز نہیں ہوتا، اور نہ ہی ان کا کسی چیز پر اجماع کرنا معتبر ہوتا، چہ جائیکہ جس چیز پر ان کا اجماع بھی نہ ہو۔
البتہ اگر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفیٰ :1176ھ، بمطابق 20 اگست 1762ء) کو دارالعلوم دیوبند کے اسلاف میں شامل کیا جائے، تو مذکورہ دعوے کے تناظر میں ان کو مجتہد قرار دینے میں کوئی اشکال نہ ہوگا، کیونکہ ان کا زمانہ علامہ ابنِ عابدین شامی سے پہلے کا ہے۔
اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنی تالیف ’’تاریخ دارالعلوم دیوبند‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

> دارُالعلوم دیوبند کے اسلاف میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ سے لے کر حضرت نانوتوی قدس سرہٗ تک کے سارے بزرگ شمار ہوتے ہیں، کیونکہ مسلکاً اور روایتاً دارُالعلوم دیوبند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کی جانب منسوب ہے (تاریخِ دارالعلوم دیوبند، صفحہ۹۱، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، اشاعتِ اول: ستمبر۱۹۷۲ء)

لیکن اگر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو اس دعوے سے اتفاق نہ ہو، جو فاضل موصوف نے ماقبل میں کیا ’’جیسا کہ نہیں ہے‘‘ تو خود بعد کے غیر مجتہد اکابرِ دیوبند کا اپنے ہی مجتہد اسلافِ دیوبند سے اختلاف کرنا لازم آئے گا، اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالہ جات آگے آتے ہیں، جن سے بعد کے مشائخ واکابر دارالعلوم کے موقف سے مطابقت پیدا کرنا بھی فاضل موصوف اوران کے حلقہ کی ذمہ داری ہوگی۔
اور اگر ہمارا زیرِ بحث فتویٰ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اختیار کردہ اصول وقواعد کے مطابق ہوا، تو اس کو دارالعلوم دیوبند کے اسلاف کے مخالف کہنا بھی درست نہ ہوگا۔
اور یقیناً فاضل موصوف کے نزدیک ’’شرح عقود رسم المفتی‘‘ نامی کتاب اگر امہاتِ کتبِ فقہ وفتاویٰ میں داخل نہ ہو، تو امہاتِ اصولِ فتاویٰ میں تو کم از کم داخل ہوگی ہی، اور فاضل موصوف کے دعوے کے مطابق ’’فقہ حنفی کی معتبر کتابوں‘‘ کے حوالہ جات تو آگے آتے ہیں، ابھی

فاضل موصوف کے دعوے کے مطابق ، علماءِ دیوبند کی امہاتِ کتبِ فتاویٰ میں شمار کردہ ایک کتاب ''امدادُالاحکام'' کے حوالہ سے چند فقہی اصول ملاحظہ فرمالئے جائیں۔

علامہ ظفراحمدعثمانی صاحب رحمہ اللہ کی''امدادُالاحکام''میں ہے کہ:

اگر کوئی کوئی حکم کتابُ اللہ وسنتِ رسول اللہ میں نہ ملے،تو مشورہ کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ہر مجتہد کو جائز ہے(امداد الاحکام، ج۴،ص۴۸۰ ، کتاب المتفر قات،رسالہ''التدقیق الاقوم فی تحقیق السواد الاعظم''مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی،طبع اول1421ہجری)

موصوف اسی مضمون میں مزید فرماتے ہیں:

جب انسان،خودفقیہ ہو،تو مسئلہ نازلہ میں اس کواپنی رائے پر عمل کرناواجب ہے۔
دوسرے فقہاء کی رائے ،اگراس کے خلاف ہو،اس پر عمل اس کو عمل جائز نہیں ہے، گووہ شمار میں کتنے ہی ہوں (امدادالاحکام،ج۴،ص۴۸۱،کتاب المتفر قات،رسالہ''التدقیق الاقوم فی تحقیق السواد الاعظم''مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی،طبع اول1421ہجری)

مزیدفرماتے ہیں:

جمہور کے خلاف قول ہمیشہ باطل ہوا کرتا،تو خلافِ واحد ہرگز قادحِ اجماع نہ ہوتا، بلکہ اس کوموافقتِ جمہور پر مجبور کیا جاتا،حالانکہ یہ کسی کا مذہب نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ جمہور سے خلاف،شخصِ واحد کاقول صحیح ہوسکتا ہے۔
نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل کے علماء اگر مسئلۂ شرعیہ میں اتفاق کرلیں،تو اس کو اجماعِ شرعی نہ کہیں گے، کیونکہ وہ مقلدین کااجماع ہوگا، جوکہ غیر معتبر ہے، پس چار سو، یا تین سوعلماء کے اتفاق کواجماع کہنا تو کسی طرح بھی درست نہ ہوگا، جبکہ ان کے خلاف بھی علماء کی ایک جماعت موجود ہے، گووہ ان کے زعم میں قلیل ہی ہو(امدادالاحکام، ج۴،ص ۴۸۱و۴۸۲،کتاب المتفر قات،رسالہ''التدقیق الاقوم فی تحقیق السواد الاعظم''مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی،طبع اول1421ہجری)

پس فاضل موصوف کی طرف سے اگر مشائخِ دیوبند کے فتاویٰ اور کتب سے کوئی بات پیش کی جائے گی، تو وہ فاضل موصوف کے دعوے کے مطابق غیر مجتہدین، اور مقلدینِ محض کی بیان واختیار کردہ ہوگی، جو حجت نہ ہوگی۔

اور اس کے نتیجہ میں علمائے دیوبند واکابرِ دیوبند کا کسی چیز پر اجماع کرنا بھی ''اجماعِ شرعی، اور حجتِ شرعی'' نہ کہلائے گا، چہ جائیکہ جس چیز پر ان کا اجماع بھی نہ ہو، اور ان کے علاوہ بھی دنیا کے مختلف خطوں اور ملکوں میں ایسے حنفی علماء وعوام بکثرت موجود ہوں، جو حنفیت کے ساتھ نسبت رکھتے ہوں، اور وہ کسی موقف میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوں، بلکہ برملا اختلاف رکھتے ہوں۔

اور ان حضرات ومشائخ کا جو قول، حنفی ائمہ مجتہدین، اور حنفی فقہ کے اصحابِ ترجیح کے برخلاف ہوگا، وہ ان کے غیر مجتہد اور مقلدینِ محض ہونے کی وجہ سے قابلِ قبول ہونے کے بجائے مردود، ومرجوح کہلائے جانے کا مستحق قرار پائے گا۔

اور یہ سب کچھ فاضل موصوف اور ان کے ہم نوا، ان حضرات کے موقف پر لازم آئے گا، جو ہر طرح کے اجتہاد کے انقطاع، اور صرف مقلدینِ محض کے باقی رہ جانے کے مدعی ہیں۔

پس اس صورتِ حال میں اس کے علاوہ کوئی راستہ نہ ہوگا کہ مقلدینِ احناف کے عمل اور فتویٰ دینے کے لئے اپنے، اور پرائے مذہب، اور اس کی پابندی، اور اس سے خروج کا حکم، یا تو خود حنفیت کے بانی واصحابِ حنفیہ سے ثابت کیا جائے، یا کم از کم حنفی فقہ سے تعلق رکھنے والے مجتہدین، متبحرین، واصحابِ ترجیح سے ثابت کیا جائے۔

لیکن یہاں اس مسئلہ میں معاملہ برعکس ہے، کیونکہ مذکورہ حضرات سے نہ تو اجتہاد کا انقطاع ثابت ہے، بلکہ اس کا استمرار ثابت ہے، اور نہ ہی غیر مجتہد، یعنی مقلد، وعامی کے لئے مخصوص مذہب کی پابندی کا وجوب ولزوم ثابت ہے، اگر چہ مقلد اس کا التزام ہی کیوں نہ کرلے، بلکہ غیر مجتہد وعامی کا ان کے نزدیک کوئی مذہب ہوتا ہی نہیں، اور مجتہد کا مذہب اس کی اپنے اجتہاد سے ترجیح ہوتی ہے۔

جس کی آگے باحوالہ کچھ تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔ (جاری ہے............)

**عبرت کدہ** حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام:قسط112 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

# حضرت موسیٰ وہارون کی وفات (حصہ اول)

## حضرت ہارون کی وفات

گزشتہ واقعات میں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ جب بنی اسرائیل نے ارضِ مقدس میں داخل ہونے سے انکار کردیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے ذریعہ ان کو یہ اطلاع کردی تھی کہ چالیس سال تک اب تم کو اسی سرزمین میں بھٹکنا پڑے گا، اور ارضِ مقدس میں ان افراد میں سے کوئی بھی داخل نہ ہوسکے گا، جنہوں نے داخل ہونے سے اس وقت انکار کردیا ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ ان کو یہ بھی بتایا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون بھی تمہارے پاس رہیں گے، کیونکہ ان کی اور آنے والی نسل کی رشد وہدایت کے لیے ان دونوں کا یہاں موجود رہنا ضروری ہے، چنانچہ جب بنی اسرائیل ''تیہ'' کے میدان میں گھومتے اور پھرتے پھراتے پہاڑ کی اس چوٹی کے قریب پہنچے، جو''ہور'' کے نام سے مشہور تھی، تو حضرت ہارون کو پیغامِ اجل آ پہنچا، وہ اور حضرت موسیٰ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے''ہور'' پر چڑھ گئے، اور وہیں کچھ روز عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے، اور جب حضرت ہارون کا وہاں انتقال ہوگیا، تب حضرت موسیٰ ان کی تجہیز وتکفین کے بعد نیچے اترے، اور بنی اسرائیل کو حضرت ہارون کی وفات سے مطلع کیا (کذا فی قصص الانبیاء، ج۱ص۴۰۴،۴۰۵) [۱]

---

[۱] قال يزيد بن هارون، عن أصبغ بن زيد، عن القاسم بن أبي أيوب، عن سعيد بن جبير: سألت ابن عباس عن قوله:"فإنها محرمة عليهم أربعين سنة يتيهون فى الأرض" الآية قال: فتاهوا فى الأرض أربعين سنة يصبحون كل يوم يسيرون ليس لهم قرار، ثم ظلل عليهم الغمام فى التيه، وأنزل عليهم المن والسلوى، وهذا قطعة من حديث الفتون، ثم كانت وفاة هارون عليه السلام، ثم بعده بمدة ثلاث سنين وفاة موسى عليه السلام، وأقام الله فيهم يوشع بن نون عليه السلام، نبيا خليفة عن موسى بن عمران، ومات أكثر بنى إسرائيل هناك فى تلك المدة، ويقال: إنه لم يبق منهم أحد سوى يوشع وكالب، ومن ها هنا قال بعض المفسرين فى قوله:"فإنها محرمة عليهم"هذا وقف تام (تفسير ابنِ كثير، ج۳ص۷۱، سورة المائدة)

بعض مؤرخین نے حضرت ہارون کی وفات کے متعلق مزید اقوال بھی ذکر کیے ہیں، واللہ اعلم۔ [1]

## حضرت موسیٰ کی وفات

احادیث میں حضرت موسیٰ کی وفات کے بارے میں کچھ تفصیل ذکر کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ،فَقَالَ لَهُ:أَجِبْ رَبَّكَ،قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَقَأَهَا،قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَكُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ:إِنَّكَ أَرْسَلْتَنِيْ إِلٰى عَبْدٍ لَكَ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ،وَقَدْ فَقَأَ عَيْنِيْ،قَالَ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ:اِرْجِعْ إِلٰى عَبْدِيْ فَقُلِ الْحَيَاةَ تُرِيْدُ؟ فَإِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْحَيَاةَ فَضَعْ يَدَكَ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ، فَمَا تَوَارَتْ يَدُكَ مِنْ شَعْرَةٍ،فَإِنَّكَ تَعِيْشُ بِهَا سَنَةً،قَالَ:ثُمَّ مَهْ؟ قَالَ:ثُمَّ تَمُوْتُ، قَالَ:فَالْآنَ مِنْ قَرِيْبٍ،رَبِّ! أَمِتْنِيْ**

---

[1] واختلفوا فيها على أقوال:

أحدها: أن الله تعالى أوحى إلى موسى عليه السلام: إني متوف هارون فأت به جبل كذا وكذا، فخرج به نحو ذلك الجبل، فإذا ببيت مبني وحوله شجر لم ير في الدنيا مثله، وفي البيت سرير وعليه فرش وريح طيبة، فأعجب هارون وقال: يا أخي أحب أن أنام على هذا السرير، فقال موسى: نم، فقال: أخاف من صاحب البيت أن يراني نائما على سريره فيصعب عليه، فقال له موسى: نم ولا تخف فأنا أكفيك أمره، فقال له هارون: نم معي، فناما على السرير فمات هارون وارتفع البيت والسرير والشجر، ورجع موسى إلى بني إسرائيل، فقالوا: وأين هارون؟ قال: مات .قالوا: بل أنت قتلته حسدا له على حب الرئاسة، حيث نحبه ونميل إليه وكونه أرفق بنا منك، فقال لهم: ويحكم أترون أني أقتل أخي، فسأل موسى ربه فأنزل الله السرير وهارون نائم عليه، فرأوه بين السماء والأرض فصدقوه .قاله السدي.

والثاني: أن هارون مات في التيه قبل موسى عليه السلام بثلاث سنين فدفنه موسى، فاتهمه بنو إسرائيل، فأوحى الله إلى موسى انطلق بهم نحو قبره، فانطلق بهم ونادى موسى: يا هارون أنا قتلتك؟ فخرج من قبره ينفض رأسه ويقول: لا والله أنا مت موتتي التي كتب الله علي قال: فعد إلى مضجعك، فعاد .رواه عمرو بن ميمون عن ابن عباس.

والثالث: أن هارون صعد مع موسى على الجبل فتوفاه الله، وعاد موسى باكيا فقالوا: أنت قتلته، كان ألين لنا منك، فسأل الله تعالى، فجائت به الملائكة يحملونه، فشاهدوه ميتا على أيدي الملائكة .رواه ابن عباس عن علي عليه السلام، قال فذلك قوله تعالى:"فبرأه الله مما قالوا" (مرآة الزمان في تواريخ الاعيان، لشمس الدين ابوالمظفر يوسف بن قِزِ المعروف بـ سبط ابن الجوزي، ج۲ ص ۱۰۲، فصل في وفاة هارون عليه السلام)

www.idaraghufran.org

مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ، رَمْيَةً بِحَجَرٍ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللّٰهِ! لَوْ أَنِّيْ عِنْدَهُ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ، عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٣٧٢ ''١٥٨'' كتاب الفضائل، باب من فضائل موسى صلى الله عليه وسلم، صحيح البخارى، رقم الحديث ١٣٣٩)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملک الموت، موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، اور ان سے کہا کہ اے موسیٰ! اپنے رب کی طرف چلئے، تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو طمانچہ رسید کر دیا، جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی، ملک الموت واپس اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا، اور اس نے عرض کیا کہ تو نے مجھے ایک ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے کہ جو موت نہیں چاہتا، اور اس نے میری آنکھ نکال دی، تو اللہ نے اس کی آنکھ لوٹا دی، اور فرمایا کہ میرے بندے کے پاس دوبارہ جاؤ، اور ان سے کہو کہ کیا آپ زندگی چاہتے ہیں؟ اگر آپ زندگی چاہتے ہیں، تو اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھیں، جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے، اتنے سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی، حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ پھر کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ پھر موت ہے، حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ پھر موت ہے، تو ابھی سہی، اور حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب! ارضِ مقدس سے ایک پتھر پھینکے جانے کے فاصلے پر میری روح نکالنا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اگر میں اس جگہ کے پاس ہوتا، تو میں تم کو راستے کی ایک جانب سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس، موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھاتا (مسلم، بخاری)

حضرت موسیٰ پر یہ اعتراض کرنا کہ انہوں نے ملک الموت کو طمانچہ رسید کر دیا، یہ دراصل بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے ہے، اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی طرف ملک الموت بھیجنے کی وجہ، حضرت موسیٰ کی روح قبض کرنا نہیں تھا، بلکہ یہ حضرت موسیٰ کے امتحان کے لیے تھا، جیسا کہ حضرت ابراہیم، کو اپنے بیٹے کی قربانی کے متعلق کہا گیا، لیکن انجام کار ان کے بیٹے کے بجائے، مینڈھے کی قربانی دی گئی۔

اگر ملک الموت کا ارادہ، حضرت موسیٰ کی روح قبض کرنا ہوتا، تو جس وقت حضرت موسیٰ نے اس کو

طمانچہ رسید کیا، تو وہ اسی وقت، حضرت موسیٰ کی روح قبض کر لیتا۔

اور حضرت موسیٰ کے لیے ملک الموت کو طمانچہ رسید کرنا، مباح تھا، کیونکہ انہوں نے بشری صورت میں اجنبی انسان کو اپنی خلوت گاہ میں داخل ہونے کو برا محسوس کیا، اور ان کو اس بشری صورت والے کے ملک الموت ہونے کا علم نہ تھا۔ [1]

[1] قال ابن خزيمة: وهذا اعتراض من أعمى الله بصيرته، ومعنى الحديث صحيح، وذلک أن موسى لم يبعث الله إليه ملک الموت وهو يريد قبض روحه، حينئذ وإنما بعثه اختبارا وبلاء، كما أمر الله تعالى خليله بذبح ولده ولم يرد إمضاء ذلک، ولو أراد أن يقبض روح موسى، عليه الصلاة والسلام، حين لطم الملک لكان ما أراد(عمدة القارى للعينى، ج٨ص١٤٧، كتاب الجنائز، باب من أحب الدفن فى الأرض المقدسة أو نحوها)


## شاہ ولی اللہ کے فقہی افکار (جلد اول)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی علمی و فقہی فکر اور مقام و فیضان پر کلام، برِصغیر، پاک و ہند کے اہلِ مدارس و اصحابِ علم کی شاہ ولی اللہ سے نسبت، اجتہاد و تقلید پر ''فکرِ ولی اللہ'' کا عادلانہ، منصفانہ اور غیر متعصّبانہ جائزہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اعتدال پر مبنی متعدد علمی و فقہی افکار و مناظر، اجتہاد کے انقطاع و استمرار، اجتہاد کے مراتب و درجات، ان کی تقسیم و تفریق، مجتہدِ مطلق و جزوی کی شرائط، مجتہد کے مصیب و مخطی، اور ماجور و ماخوذ ہونے کی بحث، جائز و ناجائز، حلال و حرام تقلید، ائمہ اربعہ کی تقلید، مذہبِ معین و تقلیدِ شخصی کا التزام، تلفیق، تتبعِ رخص، انتقالِ مذہب، اختیارِ اخف، اور قضائے قاضی وغیرہ کی بحث، وجوبِ مذہبِ معین و تقلیدِ شخصی کے موقف و مستدلات کا علمی و فقہی جائزہ۔

## شاہ ولی اللہ کے فقہی افکار (جلد دوم)

شاہ وولی اللہ صاحب کی تصریحات و عبارات اور دیگر تائیدات کے تناظر میں، فروعی و فقہی مسائل میں ترجیح و تطبیق، اور افضل و غیر افضل کی بحث، امام ابنِ تیمیہ حنبلی کے بعض علمی و فقہی افکار و آراء کا معتدلانہ و منصفانہ جائزہ، ''تقلیدِ مطلق و تقلیدِ غیر شخصی'' اور ''مذہبِ معین و تقلیدِ شخصی'' پر علمی کلام، تلفیق، تتبعِ رخص، انتقالِ مذہب، اختیارِ اخف، وغیرہ کی علمی و فقہی تحقیق، اس سلسلہ میں پیش کردہ مستدلات و شبہات پر علمی و فقہی تبصرہ۔

مؤلف: مفتی محمد رضوان خان

طب و صحت

حکیم مفتی محمد ناصر

# احادیث میں گوشت کھانے کا ذکر

بعض احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حلال جانوروں کی اگلی دو ٹانگوں کا گوشت پسند تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دَستی کے گوشت کو اپنے دانتوں سے کاٹ کر اور نوچ کر تناول فرماتے تھے، جانوروں کی اگلی دو ٹانگوں کے گوشت کو آج کل دَستی کا گوشت کہا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَعْوَةٍ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً (بخاری، رقم الحدیث ۳۳۴۰، ورقم الحدیث ۴۷۱۲)

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (جانور کی) دَستی (کا گوشت) پیش کیا گیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی کا گوشت مرغوب تھا، تو نبی ﷺ اس میں سے نوچ نوچ کر کھانے لگے (بخاری، ابنِ ماجہ)

بعض احادیث میں حلال جانوروں کی پیٹھ یعنی کمر کے گوشت کو بہترین گوشت قرار دیا گیا ہے، جسے آج کل پُٹھ کا گوشت کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَطْيَبُ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۰۹۷، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۴۴، ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۳۰۸)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پشت کا گوشت بہترین گوشت ہوتا ہے (حاکم، مسند احمد، ابنِ ماجہ)

اس روایت کو علامہ ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے، جبکہ علامہ ہیثمی اور دیگر بعض اہلِ علم نے ضعیف قرار دیا ہے۔

[1] قال الحاكم: وَقَدْ رَوَاهُ رَقَبَةُ بْنُ مَصْقَلَةَ عَنْ هَذَا الْفَهْمِيِّ وَلَمْ يَنْسِبْهُ. وقال الذهبي: صحيح.
وقال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط وفيه يحيى الحماني وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۹۸۵، باب ماجاء في اللحم) وقال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف.

طبی اعتبار سے حلال جانوروں مثلاً اونٹ، بیل، گائے، بکرا، بکری، بھیڑ وغیرہ کی کمر یعنی پُٹھ کا گوشت طاقت بخش، اور مفید ہے۔

بعض احادیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بُھنا ہوا گوشت کھانا بھی ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَكَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – طَعَامًا فِي الْمَسْجِدِ، لَحْمًا قَدْ شُوِيَ، فَمَسَحْنَا أَيْدِيَنَا بِالْحَصْبَاءِ، ثُمَّ قُمْنَا فصلينا وَلَمْ نَتَوَضَّأْ

(ابن ماجه، رقم الحديث ٣٣١١، حديث صحيح)

ترجمہ: ہم نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں کھانا کھایا، جو بھنا ہوا گوشت تھا، پھر ہم نے اپنے ہاتھ کنکریوں سے صاف کئے، پھر ہم کھڑے ہوئے، اور ہم نے نماز پڑھی اور ہم نے وضو نہیں کیا (ابنِ ماجہ)

عابس بن ربیعہ سے روایت ہے کہ:

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانا حرام قرار دے دیا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، البتہ اس زمانے میں قربانی بہت کم کی جاتی تھی، تو رسولُ اللہ ﷺ نے یہ حکم اس لیے دیا تاکہ جس نے قربانی کی ہے، وہ اُن کو بھی (قربانی کا گوشت) کھلائیں، جنہوں نے قربانی نہیں کی، اور ہم نے وہ وقت دیکھا ہے جب ہم اپنی قربانی کے جانور کے پائے محفوظ کر کے رکھ لیتے تھے پھر اُن پایوں کو دس دن بعد کھاتے تھے (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۴۷۰۷، حدیث صحیح)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

ہم پائے سنبھال کر رکھ لیتے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے پندرہ دن بعد انہیں تناول فرماتے تھے (ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۳۱۳، بخاری، رقم الحدیث ۵۴۲۸، إسنادہ صحیح)

ایک اور روایت میں ہے کہ:

﴿بقیہ صفحہ ۵۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

**اخبارِ ادارہ** مفتی محمد ناصر

# ادارہ کے شب وروز

❑......19/رمضانُ المبارک (بیسویں شب میں) حضرت مدیر صاحب اور مولانا محمد ریحان صاحب (ابن مفتی صاحب مدیر) کا مسجدِ غفران میں تراویح میں قرآن مجید مکمل ہوا، اکیسویں شب رِوات میں واقع ادارہ غفران کی شاخ کی مسجد میں تراویح میں قرآن مجید مکمل ہوا، تیئسویں شب میں حافظ محمد عفان صاحب (ابن مفتی صاحب مدیر) کا اپنی رہائش گاہ میں تراویح میں تکمیلِ قرآن ہوا، اور چوبیسویں شب مسجد نسیم میں بندہ محمد ناصر کا تراویح میں قرآن مجید مکمل ہوا، اور ستائیسویں شب میں مفتی صاحب مدیر کا مسجد بابُ السلام (نزد بنی چوک) میں تراویح میں تکمیلِ قرآن کی تقریب کے موقعہ پر بیان ہوا۔

❑......یکم شوال/ بروز ہفتہ، مسجدِ غفران میں عیدُ الفطر کی نماز حضرت مدیر صاحب نے اور مسجد نسیم میں بندہ محمد ناصر نے صبح ساڑھے سات بجے پڑھائی۔

❑......8/شوال، بروز پیر سے ادارہ میں معمولات کا آغاز ہوا، اور تعلیمی شعبہ جات میں قدیم داخلوں کی تجدید اور حسبِ گنجائش جدید داخلے ہوئے۔

❑......20/شوال (19/اپریل) بروز ہفتہ سے ادارہ غفران میں اجتماعی قربانیوں کی بکنگ کا سلسلہ جاری ہے، اس سال بڑے جانوروں میں دو قسم کے حصے درجِ ذیل نرخوں کے مقرر کیے گئے ہیں:

بڑے جانور میں فی حصہ:25000 روپے - بڑے جانور میں فی حصہ:31000 روپے

❑......22اور23/شوالُ المکرّم بروز پیر اور منگل، دو روزہ حج وعمرہ تربیتی کورس منعقد ہوا، جس میں عازمینِ حج کو مفتی طلحہ مدثر قریشی صاحب نے حج وعمرہ کے ارکان ومناسک کی تعلیم دی۔

---

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۸ ''احادیث میں گوشت کھانے کا ذکر''﴾

إِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُرَاعَ، فَيَأْكُلُهُ بَعْدَ شَهْرٍ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٥٠٤٧، إسناده صحيح، رجاله ثقات)

ترجمہ: ہم رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پائے سنبھال کر رکھ لیتے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ بعد انہیں تناول فرماتے تھے (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلِ بیت کے ساتھ قربانی کے جانوروں کے پائے قربانی کے ایک ماہ بعد بھی تناول فرماتے تھے۔